نماز کے 4 اہم مسائل واضح اور صریح دلائل کی روشنی میں

4 مسائل
20، 20 سے زائد دلائل

- ہم اِمام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کیوں نہیں پڑھتے؟
- ہم تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفعِ یدین کیوں نہیں کرتے؟
- ہم آمین آہستہ کیوں کہتے ہیں؟
- ہم تَراویح 20 رکعت کیوں پڑھتے ہیں؟

مندرجہ بالا سوالات کے جواب کیلئے اِس کتاب کا مُطالعہ کیجئے جس میں قرآن وسنّت کے واضح اور صریح دلائل کے ساتھ مذکورہ سوالات کا تشفی بخش جواب دیا گیا ہے۔

مرتب
مفتی محمد سلمان زاہد
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی۔ اُستاذ جامعہ انوار العلوم شاد باغ ملیر کراچی

مکتبہ اُمِّ احسن کراچی
جامعہ انوار العلوم شاد باغ ملیر کراچی

نام کتاب	☜	4مسائل 20، 20سے زائد دلائل
تالیف	☜	مفتی محمد سلمان زاہد
طبع اول	☜	جون 2017ء بمطابق رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ
کمپوزنگ	☜	ابو محمد: 03333858577
ای میل	☜	salman.jduk@gmail.com
ناشر و مقامِ اشاعت	☜	جامعہ انوار العلوم شادباغ ملیر کراچی

اجمالی فہرست

ملنے کا پتہ

مکتبہ اُمِّ احسن

☎ 03333858577 – 03132020645

فہرستِ مضامین

☼☼☼—ترک رفع یدین—☼☼☼

☼☼☼—آمین آہستہ کہنا—☼☼☼

☼☼☼—بیس رَکعات تَراویح—☼☼☼

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرفِ آغاز

اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں دین یعنی ''دینِ اِسلام'' عطاء کیا ہے اُس کا سب سے بڑا اور نمایاں وصف ''اعتدال'' ہے، جس میں اِفراط و تفریط سے محفوظ ایک ایسا جامع، وَسیع اور مکمل دستورِ حیات پیش کیا گیا ہے کہ اس سے بہتر اور اس سے خوبصورت کوئی دستورِ حیات قیامت تک نہیں پیش کیا جاسکتا۔ اور اِسی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں اِس اُمّت کو ''اُمّتِ وَسط'' یعنی ایک معتدل اُمّت قرار دیا ہے۔(البقرۃ:90)

لہٰذا اُمّتِ مسلمہ کو چاہیئے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے اِس نمایاں وَصف سے متصف ہوکر اس کو اُجاگر کرنے اور اُس میں نکھار پیدا کرنے کیلئے ہمہ وقت کوشاں رہے تاکہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: ''إِنَّ الْهَدْيَ الصَّالِحَ، وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ، وَالِاقْتِصَادَ جُزْءٌ مِنْ خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ'' ترجمہ: بیشک عُمدہ چال چلن، اچھی حالت اور (قولی و فعلی تمام اُمور میں) میانہ رَوی اختیار کرنا نبوّت کے پچیس اَجزاء میں سے ایک جُزء ہے۔(ابوداؤد:4776)

لیکن اس کے برخلاف مُعاشرے میں بعض ناعاقبت اندیش لوگوں کی جانب سے یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ اِس جادۂ حق یعنی طریقِ اِعتدال سے ہٹ کر اِفراط، تشدّد اور غُلو کی راہ اختیار کرتے ہیں، شریعت کے مَسلکی اور فُروعی اختلافات جن کو بزبانِ نبوّت

اُمّت کیلئے باعثِ رحمت قرار دیا گیا ہے اُنہی کو نزاع و جدال کا باعث بنا لیتے ہیں اور اُنہیں کچھ اِس انداز میں مُعاشرے میں پیش کرتے ہیں جیسے وہ کوئی اِسلام اور کُفر کا یا حق و باطل کا مسئلہ ہو، ظاہر ہے کہ اس سے اُمّت میں سراسیمگی کی کیفیت اور افراتفری کا سماں پیدا ہوتا ہے جو یقیناً اِتّحادِ اُمّت کیلئے کسی زہرِ قاتل سے کم نہیں۔

اُنہی مسلکی اور فروعی اختلافات میں چند ایسے مسائل ہیں جن کے بارے میں نصوص اور روایات کے مُختلف ہونے کی وجہ سے فقہاء و محدّثین اور ائمہ و مجتہدین کے درمیان رائے اور اجتہاد کا اختلاف رہا ہے، لیکن اُن کی اختیار کردہ مختلف رائے سب قابلِ احترام اور لائقِ اتباع ہیں، اُن میں سے کسی کو غلط اور باطل بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر باعثِ کُفر سمجھنا خود اپنی عاقبت کو خراب کرنے کے مترادف ہے۔ ہمارے زمانے کے کچھ غالی اور متشدّد لوگ اِس طرح کے فُروعی اختلافات میں اپنی رائے کو حَتمی اور قولِ فیصل کی حیثیت دیتے ہوئے دوسری رائے کو صرف غلط ہی نہیں بلکہ نماز کیلئے فساد وبُطلان کا ذریعہ قرار دیتے ہیں اور سادہ لوح عَوام کو یہ باوَر کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اِس کے علاوہ دوسرے طریقے کے مطابق نماز ہی نہیں ہوتی، چنانچہ نماز میں رفعِ یَدین نہ کرنا، اِمام کے پیچھے قراءت نہ کرنا اور آمین کو بلند آواز سے نہ کہنا یہ سب خدانخواستہ ”نمازِ محمّدی“ نہیں بلکہ یہ (مَعاذ اللہ!) اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وَضع کردہ ”نمازِ حنفی“ ہے، اور لوگوں کو حنفی نماز نہیں بلکہ محمّدی نماز پڑھنی چاہیئے۔

دین کا ایک ادنیٰ سا طالبِ علم بھی اِس بات کو بخوبی سمجھتا اور اِس حقیقت کا اِدراک رکھتا ہے کہ ائمہ مجتہدین نے آیاتِ قُرآنیہ میں تدبّر، احادیث و روایات میں غور خوض اور تفکر و اِجتہاد کے ذریعہ جو مسائلِ فقہیہ کا اِستنباط اور اُس کی وَسیع و عَریض جُزئیات کا

اِستخراج کیا ہے وہ کوئی دین و شریعت سے الگ اور اُس سے باہر کی چیز نہیں بلکہ عینِ دین اور عینِ شریعت ہے، اُس کو کسی اِمام کی ذاتی رائے اور اُس کی اِنفرادی سوچ ہر گز ہر گز نہیں کہہ سکتے، کیونکہ اُس کی پشت پر قرآن و سنّت کی واضح نصوص اور صحابہ و تابعین کا تعامل ہوتا ہے جس سے فقہی مسائل کا اِستخراج کیا جاتا ہے اور ہر ہر مسئلہ میں اُس مسلک کے اختیار کرنے والے فقہاء کرام کے پاس کوئی ایک دو دلیل ہی نہیں بلکہ دلائل کا اَنبار ہوتا ہے، پس ایسے میں یہ کیسے اور کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ وہ اِمام کی اپنی وضع کردہ رائے اور اُس کا اِختیار کردہ تفرّد و اِنفراد ہے۔ لہٰذا ''نماز میں رفعِ یدین نہ کرنا''، ''اِمام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قراءت نہ کرنا''، ''سورۃ الفاتحہ کے اختتام پر آہستہ آواز میں آمین کہنا'' اور ''بیس رکعات تَراویح پڑھنا'' یہ بھی قرآن و حدیث کی واضح اور صَریح نصوص سے ثابت شدہ مسائل ہیں، یہی وجہ ہے کہ اِن پر بکثرت صحابہ کرام، تابعین و تبعِ تابعین کا عمل رہا ہے، لہٰذا ان کو ''حنفی نماز'' کا طریقہ کار کہہ کر سادہ لوح عَوام کو دھوکہ دینا حقیقت پر پردہ ڈالنے کے سوا کچھ نہیں۔ زیرِ نظر رِسالہ اِسی مقصد کیلئے تَرتیب دیا گیا ہے کہ اِس حقیقت کو واضح اور واشگاف کیا جائے کہ مذکورہ بالا چاروں مسائل قرآن و سنّت کی واضح اور صَریح نصوص سے ثابت شدہ مسائل ہیں، نبی کریم ﷺ، صحابہ و تابعین اور اُمّت کے سلَفِ صالحین کے عمل کے عین مُطابق ہے۔ اگر اِس رِسالہ کو تعصّب کی عینک اُتار کر پڑھا جائے تو حق کے واضح اور عیاں ہونے میں اِن شاء اللہ کوئی رُکاوٹ باقی نہیں رہے گی، باقی ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

واللہ یھدی الی سبیل الرّشاد۔

﴿پہلا مسئلہ﴾

قراءت خلف الامام

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں اِمام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کے بعد کسی سورت یا آیت کے نہ پڑھنے پر جمہور صحابہ و تابعین اور تمام فقہاء و محدّثین کا اِجماع اور اِتفاق ہے، اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، البتہ اِمام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے نہ پڑھنے کے بارے میں رائے اور اجتہاد کا اختلاف رہا ہے، اور بنیادی طور پر اس میں تین رائے ذکر کی گئی ہیں: (1) ایک رائے یہ ہے کہ سرّی و جہری تمام نمازوں میں اِمام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے گی اور اس کے قائل حضرت اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں (2) دوسری رائے یہ ہے کہ جہری و سرّی تمام نمازوں میں اِمام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی جائے گی، بلکہ مقتدی کو چاہیئے کہ ہر صورت میں اِمام کے پیچھے خاموش رہے اور یہ حضرات احناف رحمۃ اللہ علیہم کا مسلک ہے۔ (3) تیسری رائے یہ ہے کہ سری نمازوں میں اِمام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھی جائے۔ یہ حضرت اِمام مالک اور حضرت اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کا مسلک ہے۔

اختلافِ روایات اور طریقہ اِستدلال کے فرق کی وجہ سے رائے کا مختلف ہو جانا اور کسی مسئلہ میں ایک سے زیادہ رائے کا پایا جانا کوئی معیوب اور بُرا فعل نہیں، بلکہ یہ تو باعثِ رحمت اور موجب ثواب ہے۔ البتہ قبیح اور بُرا فعل یہ ہے کہ اپنی رائے کو حتمی اور حرفِ آخر سمجھ کر دوسروں کو اہلِ باطل، اور اُن کی نمازوں کو فاسد اور غیر معتبر قرار دیا جائے، کیونکہ یہ نقل و عقل کے کسی پیمانے پر درست نہیں اور نہ ہی یہ رَوِش اور

عمل سنجید گی و مَتانت کے حامل کسی سمجھدار اور دانشمند شخص کے اندر ہو سکتا ہے۔

ہمارے زمانے میں کچھ ناعاقبت اندیش لوگ قراءت خلف الاِمام کو حق و باطل کا اختلاف بنا کر اس میں فضول اور لاحاصل طویل بحثیں کر کے عَوام کو شکوک و شبہات میں مبتلاء کرتے ہیں جن سے اُن کا مقصد تشکیک اور تردّد کی فضاء کو قائم کر کے لوگوں کو دین سے قریب لانے کے بجائے اور بھی زیادہ دین سے دور کرنا ہے۔ وہ لوگ سادہ لوح عَوام کو احادیثِ طیّبہ کی مَن مانی تشریح کے ذریعہ یہ باوَر کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اِمام کے پیچھے قراءت نہ کرنے اور سورۃ الفاتحہ نہ پڑھنے کی وجہ سے نماز ہی نہیں ہوتی، اور جو اتنے عرصہ میں نمازیں پڑھی گئیں ہیں وہ سب نا قابلِ اعتبار ہیں، حالآنکہ اُن کا یہ کہنا بذاتِ خود نا قابلِ اعتبار اور نا قابلِ تسلیم ہے، اِس لئے کہ قرآن و حدیث کی متعدّد صریح نصوص، بکثرت صحابہ و تابعین کا تعامل اور اکابرینِ امّت کا عمل اِس بات کا واضح ثبوت اور بیّن دلیل ہے کہ اِمام کے پیچھے جہری اور سرّی تمام نمازوں میں مطلقاً قراءت نہیں کی جائے گی، بلکہ مقتدی نصِّ قرآنی پر عمل کرتے ہوئے خاموش رہ کر اِمام کی قراءت کو سنے گا، اور آواز نہ بھی آرہی ہو تب بھی خاموش رہ کر اِمام کی قراءت کی جانب متوجہ رہے گا جیسا کہ قرآن کریم میں "اِستِماع" کے ساتھ ساتھ "اِنصات" یعنی سننے کے ساتھ ساتھ خاموش رہنے کا بھی حکم دیا ہے، جس سے قراءت کی دونوں طرح کی نوعیتوں کا حکم واضح ہو جاتا ہے۔ اور مقتدی کے اِسی خاموش رہ کر سننے کے عمل کو اُس کیلئے حکماً قراءت کرنا کہا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِمام کی قراءت کو مقتدی کیلئے بھی قراءت قرار دیا ہے، پس گویا اِمام کی ہی قراءت سے حکمی طور پر مقتدی کی قراءت ہو جاتی ہے۔ ذیل میں اِسی حقیقت کو واضح کرنے کیلئے قرآن و

حدیث کی واضح نصوص، نیز جمہور صحابہ کرام اور تابعین کا عمل بھی پیش کیا گیا ہے جس کے ذریعہ مسئلہ کو بہت اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے، چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:

❶ پہلی دلیل: قرآن کریم:

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا اِرشاد ہے:

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُس کو کان لگاکر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحمت ہو۔(آسان ترجمہ قرآن۔الأعراف:204)

آیتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اِمام کی قراءت کے وقت، خواہ وہ سورۃ الفاتحہ پڑھ رہا ہو یا اُس کے بعد کی کوئی سورت، مقتدی کو توجّہ کے ساتھ اِمام کی تلاوت سننا اور خاموش رہنا چاہیئے، چنانچہ آیت کے عُموم کا بھی یہی تقاضا ہے اور جمہور صحابہ و تابعین کی تفسیر سے بھی اِسی کی وضاحت ہوتی ہے، چنانچہ ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

① حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر:

صَلَّى ابْنُ مَسْعُودٍ،فَسَمِعَ نَاسًا يَقْرَءُونَ مَعَ الْإِمَامِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ:أَمَا آنَ لَكُمْ أَنْ تَفْهَمُوا؟ أَمَا آنَ لَكُمْ أَنْ تَعْقِلُوا؟{وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا} كَمَا أَمَرَكُمُ اللَّهُ۔(تفسیر ابن کثیر:3/536)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قراءت کرتے ہوئے سنا، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا تمہارے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سمجھ جاؤ؟ کیا تمہارے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم عقل سے کام لو؟(یاد رکھو!) جب قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہو تو تم اس کی جانب متوجہ ہو اور

خاموش رہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

② حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر:

رئیس المفسّرین حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی مذکورہ آیت کی تفسیر میں اسے فرض نماز کی قراءت قرار دیا ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو:(وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ)فِی الصَّلَوةِ الْمَكْتُوْبَةِ (فَاسْتَمِعُوا لَهُ) اِلَی قِرَاءَتِهِ (وَأَنْصِتُوا)لِقِرَاءَتِهِ۔

ترجمہ:اور جب قرآن کریم فرض نماز میں پڑھا جائے تو اِمام کی قراءت کی جانب کان لگائے رہو اور اُس کی قراءت کے وقت خاموش رہو۔(سورۃ الاعراف:204)

③ کبار تابعین اور اہلِ تفسیر کا اتفاق:

اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کئی تابعین عظام سے اِس کی آیت کی تفسیر میں یہی نقل کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

”فَالنَّاسُ عَلَى أَنَّ هَذَا فِي الصَّلَاةِ.قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَالْحَسَنُ، وَإِبْرَاهِيمُ،وَمُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ، وَالزُّهْرِيُّ: إنَّهَا نَزَلَتْ فِي شَأْنِ الصَّلَاةِ.وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ،وَأَبُو الْعَالِيَةِ:كَانُوا يَقْرَءُونَ خَلْفَ الْإِمَامِ، فَنَزَلَتْ:{وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ}وَقَالَ أَحْمَدُ فِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُد:أَجْمَعَ النَّاسُ عَلَى أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ فِي الصَّلَاةِ.وَلِأَنَّهُ عَامٌّ فَيَتَنَاوَلُ بِعُمُومِهِ الصَّلَاةَ“۔(المُغنی لابن قدامۃ:1/404)(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ:18/20)

ترجمہ: بہت سے لوگوں کے نزدیک یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے، چنانچہ حضرت سعید بن مسیّب، حضرت حسن بصری، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت محمّد بن کعب، حضرت اِمام زہری رحمۃ اللہ علیہم سب کا یہی کہنا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل

ہوئی ہے۔اور حضرت زید بن اَسلم اور ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ لوگ (نماز میں) اِمام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے پس یہ آیت نازل ہوئی :﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُس کو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحمت ہو۔اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اِس آیت کے بارے میں اس پر اِجماع اور اتفاق کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے، اور اِس لئے بھی کہ یہ ایک ایسا عام حکم ہے جس کے عُموم میں خود نماز بھی داخل ہے۔

علاوہ ازیں اِمام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اِس پر اہلِ تفسیر کا اِجماع اور اتفاق نقل کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:"أَجْمَعَ أَهْلُ التَّفْسِيرِ أَنَّ هَذَا الِاسْتِمَاعَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِ الْمَكْتُوبَةِ" تمام اہلِ تفسیر اِس پر متفق ہیں کہ یہ قرآن کریم کو کان لگا کر سننے کا حکم فرض اور غیر فرض تمام نمازوں میں ہے۔(قرطبی:7/354)

سورۃ الفاتحہ بھی قرآن کریم ہی کی قراءت ہے:

یہ بات واضح رہنی چاہیئے کہ نماز میں جو سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کی جاتی ہے وہ بھی قرآن کریم ہی کی تلاوت ہے، اُسے قراءت نہ سمجھنا اور یہ کہنا کہ مذکورہ بالا آیت میں قرآن کریم کی قراءت کے وقت خاموشی سے سننے کا جو حکم دیا گیا ہے اُس سے مُراد صرف سورۃ الفاتحہ کے بعد والی قراءت ہے، سورۃ الفاتحہ اس میں شامل نہیں، یہ کہنا ہر گز درست نہیں، اِس لئے کہ جمہور مفسرین، فقہاء و محدثین کے نزدیک سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنا بھی قرآن کریم ہی کی قراءت کرنا ہے، اسے قرآن کریم سے الگ نہیں کیا

جاسکتا، اور کیونکر کیا جاسکتا ہے جبکہ خود نبی کریم ﷺ نے سورۃ الفاتحہ کو صرف قرآن ہی نہیں بلکہ قرآن عظیم کہا ہے، چنانچہ بخاری شریف میں سورۃ الفاتحہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا اِرشاد مروی ہے:"**هِيَ السَّبْعُ المَثَانِي وَالقُرْآنُ العَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ**"یعنی یہ سورۃ الفاتحہ اُن سات آیتوں میں سے ہے جو (نماز میں) دُہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطاء کیا گیا ہے۔(بخاری:4474)

ایک اور روایت میں ہے، حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی قراءت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ٹھہر ٹھہر کر قراءت کیا کرتے تھے، چنانچہ (سورۃ الفاتحہ پڑھتے ہوئے)"**الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**" پڑھ کر ٹھہر جاتے، پھر"**الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ**" پڑھ کر ٹھہر جاتے۔(ترمذی:2927)

اِس سے معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ بھی قرآن کریم ہی کی قراءت ہے اُسے قراءتِ قرآن سے الگ کرنا کسی بھی طرح دُرست نہیں۔پس جب سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا بھی قرآن کریم ہی کا پڑھنا ہے تو مذکورہ بالا آیت(**وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ**)کے مطابق سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے ہوتے ہوئے بھی مقتدی کو خاموش رہ کر سننا چاہیئے تاکہ قرآن کریم کے حکم(**فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا**)کی خلاف وَرزی نہ ہو۔

❷دوسری دلیل:بخاری شریف:

"**عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:«زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلاَ تَعُدْ»**"۔(بخاری:783)

ترجمہ:حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ (مسجد میں داخل ہوکر نماز میں شامل

ہونے کیلئے) نبی کریم ﷺ تک پہنچے تو آپ ﷺ رکوع میں چلے گئے تھے، چنانچہ وہ صف میں ملنے سے پہلے ہی (تکبیرِ تحریمہ کہہ کر) رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے صف میں مل گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر) نبی کریم ﷺ کے سامنے اِس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں (نیکی کی) اور زیادہ حرص عطاء کرے (لیکن) پھر ایسا نہ کرنا۔

وضاحت: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص اِمام کو رکوع میں پالے تو اُس کی نماز ہو جائے گی، جیسا کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو رکوع میں پایا تو رکعت کو پانے کیلئے جلدی سے رکوع میں چلے گئے آپ ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کو دُعاء دی اور صرف اِس قدر فرمایا کہ دوبارہ ایسا نہ کرنا، یعنی صف میں شامل ہونے سے پہلے رکوع میں نہ جانا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے چونکہ سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی اِس لئے تمہاری نماز نہیں ہوئی۔

لہٰذا اِمام کو رکوع میں پالینے سے رکعت کا صحیح ہو جانا باوجود اِس کے کہ سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی گئی ہو، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ "مقتدی پر سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں"، اگر فرض ہوتی تو نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کو نماز کے لوٹانے کا ضرور حکم دیتے، لیکن کسی حدیث میں بھی آپ ﷺ کا اُنہیں نماز لوٹانے کا حکم دینا ثابت نہیں۔

پس اِس حدیثِ صحیح کی وجہ سے اُمّت کا اِس بات پر اِجماع ہے کہ سورۃ الفاتحہ نہ پڑھنے کے باوجود بھی اِمام کو رکوع میں پالینے کی وجہ سے مقتدی کو وہ رکعت مل جاتی ہے اور اُس کی وہ رکعت پوری ہو جاتی ہے۔

❸ تیسری دلیل: مُسلم شریف:

① ”إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا. فَقَالَ:إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لْيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذْ قَالَ{غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّالِّينَ}،فَقُولُوا:آمِينَ،يُجِبْكُمُ اللهُ........وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ،عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ قَتَادَةَ مِنَ الزِّيَادَةِ«وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا»“۔

ترجمہ:حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کرتے ہوئے ہمارے لئے سنّت کے اُمور کو واضح فرمایا اور ہمیں ہماری نماز(باجماعت) کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ:جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو درست کرلو، پھر تم میں سے کوئی شخص تمہاری اِمامت کرے، اور جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہے تو تم ”آمِينَ“ کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعاء قبول فرمائیں گے۔حضرت سلیمان التیمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قتادہ سے (مذکورہ حدیث میں) یہ زیادتی نقل کرتے ہیں کہ:جب اِمام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔(مسلم:404)

وضاحت:مذکورہ حدیث میں جماعت کے ساتھ ہونے والی نماز میں اِمام اور مقتدی کی ذمّہ داریوں کو واضح کیا گیا ہے ، یعنی: جب اِمام ”اللہ أکبر“ کہے تو تم بھی ”اللہ أکبر“ کہو، جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ فاتحہ ختم کرے تو تم ”آمین“ کہو۔اگر سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا مقتدی کیلئے لازم ہوتا تو جیسے تکبیر میں کہا گیا ہے کہ اِمام کے تکبیر کہنے پر تم بھی تکبیر کہو اِسی طرح قراءت کے موقع پر بھی یہ کہا جاتا

کہ جب اِمام قراءت کرے تو تم بھی قراءت کرو، لیکن اِس کے بالکل برعکس یہ کہا گیا ہے کہ:"وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا"یعنی جب اِمام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

نوٹ:واضح رہے کہ حضرت سلیمان التیمی رحمۃ اللہ علیہ بخاری اور مسلم کے مشہور راوی ہیں اور بالاتفاق ثقہ اور مُتقن ہیں لہٰذا مذکورہ بالا حدیث میں ان کی ذکر کردہ یہ زیادتی بالکل مقبول ہے، یہی وجہ ہے اِمام مُسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں یہ زیادتی ذکر کرکے اُسے صحیح قرار دیا ہے۔علاوہ ازیں یہ زیادتی نقل کرنے میں حضرت سلیمان التیمی رحمۃ اللہ علیہ متفرّد بھی نہیں کہ ان پر تفرّد کا اِلزام لگایا جاسکے،بلکہ اور بھی کئی راویوں نے دوسری روایات میں اِسی زیادتی کو نقل کیا ہے،چنانچہ حضرت ابوعُبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کیلئے دیکھئے(مستخرج ابی عَوانہ:1698) حضرت عمر ابن عامر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سعید بن ابی عَروبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت دیکھئے(دار قطنی:1249)

②"عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْإِمَامِ، فَقَالَ:لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ"۔(مسلم:577)

ترجمہ:حضرت عطاء بن یَسار رحمۃ اللہ علیہ سے مَروی ہے کہ اُنہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے اِمام کے ساتھ قراءت کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا:اِمام کے ساتھ کسی بھی قسم کی قراءت نہیں۔

وضاحت:مذکورہ حدیث میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسے عظیم اور جلیل القدر صحابی جو صحابہ کرام کے درمیان تفقہ اور علم و فضل میں ایک نمایاں مقام کے حامل ہیں،اُن کا یہ واضح اور صریح فتویٰ موجود ہے کہ اِمام کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں مقتدی کیلئے کسی بھی قسم کی کوئی قراءت نہیں،نہ وہ سورۃ الفاتحہ پڑھے گا اور نہ ہی

اُس کے ساتھ کوئی سورت ملائے گا۔

③"عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الظُّهْرِ–أَوِ الْعَصْرِ–فَقَالَ:أَيُّكُمْ قَرَأَ خَلْفِي بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى؟ فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا وَلَمْ أُرِدْ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ،قَالَ:قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا"۔(مسلم:398)

ترجمہ:حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی،کوئی شخص آپ کے پیچھے "سورۃ الأعلیٰ" پڑھنے لگے،جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:تم میں سے کس نے میرے پیچھے سورۃ الأعلیٰ کی قراءت کی ہے؟،ایک شخص نے کہا کہ میں نے صرف خیر و بھلائی(یعنی ثواب) کی غرض سے قراءت کی ہے،آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ تم میں سے کوئی مجھے خلجان(اُلجھن)میں ڈال رہا ہے۔

وضاحت:حدیثِ مذکور میں نبی کریم ﷺ نے اِمام کے پیچھے قراءت کرنے کو اِمام کیلئے خلجان کا باعث اور اُسے اُلجھن میں ڈالنے کے مترادف قرار دیا ہے،اور اس سے عُموم کے ساتھ سورۃ الفاتحہ اوراس کے علاوہ دوسری تمام صورتوں کو اِمام کے پیچھے پڑھنے کی مُمانعت معلوم ہوتی ہے۔نیزاِس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول نبی کریم ﷺ کے پیچھے قراءت کرنے کا نہیں تھا ورنہ آپ ﷺ یہ سوال ہی نہ کرتے کہ تم میں سے کس نے میرے پیچھے قراءت کی ہے؟نیز صحابی کے یہ ذکر کرنے پر کہ میں نے اجر و ثواب کے حصول کیلئے آپ کے پیچھے قراءت کی ہے، آپ ﷺ نے اُسے خلجان کا باعث بتلایا،جس سے اِمام کے پیچھے قراءت کرنے کی

مُمانعت معلوم ہوتی ہے، لہٰذا اُصولی اعتبار سے قرآن و حدیث کی رُو سے اِمام کے پیچھے قراءت ممنوع اور حرام ہونی چاہیئے لیکن چونکہ اِس مسئلہ میں احادیث و روایات کی ترجیح و تاویل میں ائمہ کا اختلاف ہے اِس لئے کسی حد تک تخفیف کے ساتھ اِس کو مکروہ کہا جاتا ہے۔

❹چوتھی دلیل:ترمذی:

①"عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ:«مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ القُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الإِمَامِ»۔«هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ»"۔(ترمذی:313)

ترجمہ: حضرت ابو نُعیم وہب بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ یہ فرمارہے تھے: جس نے نماز پڑھی اور اُس میں سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی تو گویا اُس نے نماز ہی نہیں پڑھی، ہاں! مگر یہ کہ وہ اِمام کے پیچھے ہو(تو نماز ہو جائے گی)۔یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

وضاحت: حدیثِ مذکور جس کو اِمام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بھی قرار دیا ہے اس میں بڑی وضاحت اور صراحت کے ساتھ اِس حقیقت کو ذکر کیا گیا ہے کہ نماز سورۃ الفاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی شخص اِمام کے پیچھے جماعت میں شریک ہو تو اُس کی نماز ہو جائے گی، اِس لئے کہ حدیث کے مطابق اِمام کی قراءت کرنے سے مقتدی کی بھی قراءت ہو جاتی ہے، لہٰذا سورۃ الفاتحہ نہ پڑھنے کے باوجود بھی حکمی طور پر اُس کا پڑھنا معتبر ہو جاتا ہے، جیسا کہ بہت سی احادیث میں اِس کو ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:"مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ، فَقِرَاءَتُهُ لَهُ قِرَاءَةٌ" جو اِمام کے پیچھے

کھڑا ہو تو اِمام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہوتی ہے۔(مسند احمد:14643)

مذکورہ حدیث کو طحاوی اور سنن دار قطنی وغیرہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ہی سے مرفوعاً بھی نقل کیا گیا ہے، چنانچہ دیکھئے: (طحاوی:1300)(دار قطنی:1241)

②عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالقِرَاءَةِ، فَقَالَ:«هَلْ قَرَأَ مَعِي أَحَدٌ مِنْكُمْ آنفًا؟»،فَقَالَ رَجُلٌ:نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ:إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أُنَازَعُ القُرْآنَ؟.قَالَ:فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ القِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّلَوَاتِ بِالقِرَاءَةِ حِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔(ترمذی:312)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جہراً (اونچی آواز سے) تلاوت فرمائی تھی،(نماز سے فارغ ہوکر) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی (نماز میں) میرے ساتھ تلاوت کی ہے؟ایک شخص نے کہا جی ہاں! یا رسول اللہ! (میں نے ابھی تلاوت کی ہے) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: میں بھی کہوں کہ مجھے کیا ہوا کہ میرے ساتھ نماز میں جھگڑا کیا جارہا ہے!!۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ پس(مذکورہ اِرشادِ نبوی کے بعد) لوگوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ جہری نمازوں میں قراءت کرنے کو ترک کردیا جبکہ اُنہوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اِس اِرشاد کو سنا(کہ اِمام کے پیچھے قراءت کرنا در اصل اُس کے ساتھ جھگڑا کرنا ہے)

مسند احمد کی روایت جو کہ حضرت عبد اللہ ابن بُحینہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مَروی ہے، اُس میں نبی

کریم ﷺ کے اِس فرمان کے بعد لوگوں کا سری اور جہری تمام نمازوں میں مطلقاً قراءت سے رُک جانے کا ذکر موجود ہے،اُس میں صرف جہری نمازوں کے ساتھ لوگوں کے رُکنے کو خاص نہیں کیا گیا، چنانچہ فرمایا:**"فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَهُ حِينَ قَالَ ذَلِكَ"**پس لوگ آپ ﷺ کے اِس فرمان بعد آپ ﷺ کے ساتھ قراءت کرنے سے رُک گئے۔(مسند امام احمد:22922)

اِمام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ایک روایت نقل کی ہے اُس میں بھی مطلقاً لوگوں کا قراءت کو ترک کردینے کا ذکر ہے، چنانچہ فرمایا:**"فَاتَّعَظَ الْمُسْلِمُونَ بِذَلِكَ , فَلَمْ يَكُونُوا يَقْرَءُونَ"**۔(شرح معانی الآثار للطحاوی:1291)

وضاحت:مذکورہ بالا حدیث اور اُس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذکر کردہ کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قراءت خلف الاِمام ،یعنی اِمام کے پیچھے قراءت کرنا ایک منسوخ اور متروک عمل ہے جس کو جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کے ناپسند کرنے اور اُسے اِمام کے ساتھ جھگڑے سے تعبیر کرنے کے بعد ترک کردیا تھا، لہٰذا اب اِمام کے پیچھے مقتدی کا فاتحہ پڑھنا جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مُخالفت اور شریعت کے ایک منسوخ حکم پر عمل کرنا ہے۔

مُحدّثِ کبیر علّامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِمام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا حکم جو اِس سے پہلی روایت **"لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِأُمِّ القُرْآنِ"**میں مذکور ہے، جیسا کہ اِمام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اِسی مذکورہ حدیث سے پہلے وہ حدیث ذکر کی ہے،وہ حکم اِس مذکورہ حدیث سے منسوخ ہے۔(العَرف الشذی:1/311)

نوٹ: اِمام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ حدیث جس سے قراءت خلف الاِمام کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے، اسے نقل کرکے آخر میں قراءت خلف الاِمام کے قائلین کی جانب سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے: ”**مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ، فَهِيَ خِدَاجٌ، هِيَ خِدَاجٌ، غَيْرُ تَمَامٍ**“یعنی جو شخص نماز میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت نہ کرے تو وہ نماز ناقص اور ناتمام ہے۔ کسی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میں کبھی اِمام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں تو کیا کروں؟ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”**اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ**“ اسے اپنے دل میں پڑھ لو۔

اِس مذکورہ حدیث سے مقتدی کیلئے قراءت خلف الاِمام کا حکم ثابت نہیں ہوتا، اِس لئے کہ اِمام کے پیچھے خاموش رہنے والا مقتدی بھی اِمام کے پڑھنے کی وجہ سے سورۃ الفاتحہ کو حکماً پڑھنے والا ہوتا ہے، گویا اِمام کا سورۃ الفاتحہ پڑھنا حقیقی جبکہ مقتدی کا حکمی طور پر ہوتا ہے، لہٰذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سورۃ الفاتحہ کی قراءت نہ کرنے کی وجہ سے اُس کی نماز ناقص اور ناتمام ہوئی، کیونکہ اُس نے بھی اپنے اِمام کے پیچھے حکماً قراءت کی ہے، نیز دل میں پڑھنے کا مطلب صرف یہ نہیں کہ زبان بھی اُس کے پڑھنے میں شریک ہو، اِس لئے کہ عُرف میں کسی چیز کو زبان سے پڑھے بغیر صرف سمجھ لینے کو بھی پڑھنے ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ”فلاں شخص نے کتاب پڑھی یا خط پڑھا“، اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس نے زبان سے بھی اُس کو پڑھتے ہوئے تلفظ کیا ہو، بلکہ پڑھ کر سمجھ لینے کو بھی پڑھنا کہہ دیا جاتا ہے، بالکل اِسی طرح حدیثِ مذکور میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو یہ اِرشاد فرمایا ہے: ”**اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ**“یعنی تم اسے اپنے دل میں پڑھ لو، اِس کا مطلب بھی اِمام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کا تلفظ کے ساتھ پڑھنا مراد

نہیں بلکہ اُس کا دل سے سمجھنا اور تصوّر کرنا مُراد ہے، اور قراءت خلف الاِمام نہ کرنے والوں کے نزدیک بھی اِمام کے پیچھے اِس طرح سورۃ الفاتحہ کی قراءت کرنا کہ دل میں اُس کا خیال اور تصوّر جمایا جائے، یہ بالکل درست ہے۔(اِعلاء السنن:4/62)

❺پانچویں دلیل:ابوداوٗد:

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ:«هَلْ قَرَأَ مَعِيَ أَحَدٌ مِنْكُمْ آنفًا؟»، فَقَالَ رَجُلٌ: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ:«إِنِّي أَقُولُ مَالِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ؟»قَالَ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“۔(ابوداوٗد:626)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کسی جہری (بلند آواز سے پڑھی جانے والی) نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے پیچھے قراءت کی ہے؟ ایک صحابی نے عرض کیا: جی ہاں! یارسول اللہ! (ﷺ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبھی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی قراءت میں مجھ سے جھگڑا کیوں کیا جارہا ہے؟۔ نبی کریم ﷺ سے اِس اِرشاد کے سننے کے بعد لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے اُن نمازوں میں قراءت ترک کردی جن میں آپ ﷺ جہر کیا کرتے تھے۔

❻چھٹی دلیل:سنن نَسائی:

① ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّمَا جُعِلَ

الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ"۔(نسائی:921)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: اِمام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ اُس کی اتباع کی جائے، پس جب اِمام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو، اور جب وہ "سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" کہے تو تم "اَللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہو۔

②"عَنْ عِمْرَانَ بْنُ حُصَيْنٍ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ، فَقَرَأَ رَجُلٌ خَلْفَهُ: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، فَلَمَّا صَلَّى قَالَ: «مَنْ قَرَأَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى؟» قَالَ رَجُلٌ: أَنَا. قَالَ: «قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ قَدْ خَالَجَنِيهَا»"۔(نسائی:917)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی، کسی شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے "سورۃ الاَعلیٰ" پڑھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کس نے (میرے پیچھے) سورۃ الاَعلیٰ کی قراءت کی ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ میں نے قراءت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تم میں سے کوئی مجھے خلجان (اُلجھن) میں ڈال رہا ہے۔

③"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ: «هَلْ قَرَأَ مَعِي أَحَدٌ مِنْكُمْ آنفًا؟» قَالَ رَجُلٌ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: «إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ» قَالَ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَاةِ حِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ"۔(نسائی:919)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے پیچھے قراءت کی ہے؟ ایک صحابی نے عرض کیا: جی ہاں! یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبھی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی قراءت میں مجھ سے جھگڑا کیوں کیا جارہا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس اِرشاد کے سننے کے بعد لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اُن نمازوں میں قراءت ترک کردی جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہر کیا کرتے تھے۔

⑦ساتویں دلیل: سنن ابن ماجہ:

① "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا"۔(ابن ماجہ:846)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ اُس کی اقتداء کی جائے، پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ تلاوت کرے تو تم خاموش رہو۔

② "فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَوَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ فَلَمَّا رَآهُ النَّاسُ سَبَّحُوا بِأَبِي بَكْرٍ فَذَهَبَ لِيَسْتَأْخِرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ مَكَانَكَ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ عَنْ يَمِينِهِ وَقَامَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَأْتَمُّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ يَأْتَمُّونَ بِأَبِي بَكْرٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَيْثُ كَانَ بَلَغَ أَبُو بَكْرٍ"۔(ابن ماجہ:1235)

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھانے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف میں کچھ ہلکا پن محسوس کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں اِس حال میں تشریف لائے کہ (کمزوری کی وجہ سے) آپ کے دونوں پاؤں سے زمین میں لکیر پڑ رہی تھی، جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو متنبہ کرنے کیلئے) "سُبحان اللہ" کہا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں اِشارہ کیا کہ اپنی جگہ ہی ٹھہرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور دائیں جانب بیٹھ گئے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اِقتداء کرنے لگے اور لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اِقتداء کرنے لگے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی جگہ سے قراءت شروع فرمائی جہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہنچے تھے۔

وضاحت: مسند احمد کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ شروع کر چکے تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں سے تلاوت شروع فرمائی، گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز بغیر فاتحہ کے پڑھائی، کیونکہ وہ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پڑھ چکے تھے۔ اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہے جس کا کوئی ناسخ نہیں، چودہ صدیاں گزر چکی ہیں، آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ (العیاذ باللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نماز نہیں ہوئی، کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فاتحہ پڑھ لینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سورۃ الفاتحہ بھی معتبر ہو گئی تھی، پس جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نماز فاتحہ کے بغیر ہو گئی اِسی طرح مقتدی کی نماز

بھی اِمام کے پڑھ لینے سے ہو جاتی ہے، جیسا کہ کئی احادیث میں اِس کی صراحت موجود ہے، چنانچہ مرفوع حدیث ہے: "مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ، فَقِرَاءَتُهُ لَهُ قِرَاءَةٌ" جو اِمام کے پیچھے کھڑا ہو تو اِمام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہوتی ہے۔(مسند احمد:14643)

لہٰذا نبی کریم ﷺ کے قول و فعل دونوں ہی اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مقتدی کیلئے اِمام کے پیچھے کوئی قراءت نہیں۔

❽ آٹھویں دلیل: مؤطا اِمام مالک:

① "عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا كَانَ إِذَا سُئِلَ: هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ خَلْفَ الإِمَامِ؟ يقول: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الإِمَامِ، وَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ، قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لاَ يَقْرَأُ خَلْفَ الإِمَامِ"۔(مؤطاءمالک:251)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے :جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اُس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے ، اور جب اکیلے نماز پڑھے تو اُسے قرأت کرنی چاہیے۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اِمام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

② "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلاَةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ، فَقَالَ: هَلْ قَرَأَ مَعِي مِنْكُمْ أَحَدٌ آنفًا؟ فَقَالَ رَجُلٌ:نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ، قال: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَجْهَرَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلى الله عَلَيه وَسَلم بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَاةِ حِيْنَ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "۔(مؤطاءمالک:250)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے پیچھے قراءت کی ہے؟ ایک صحابی نے عرض کیا: جی ہاں! یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبھی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی قراءت میں مجھ سے جھگڑا کیوں کیا جارہاہے؟ راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس اِرشاد کے سننے کے بعد لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اُن نمازوں میں قراءت ترک کردی جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہر کیا کرتے تھے۔

❾ نَویں دلیل: مُسند احمد:

① "عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلْيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ، وَإِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَأَنْصِتُوا"۔(مسند احمد:19723)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سکھائی اور فرمایا: جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو تو تم میں سے کسی ایک کو تمہاری امامت کرنی چاہیئے اور جب امام تلاوت کرے تو تم خاموش رہو۔

② "عَنْ عَبْدِ الله ابْنِ بُحَيْنَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:هَلْ قَرَأَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعِي آنِفًا ؟ قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ:إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ ، فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ

الْقِرَاءَةِ مَعَهُ حِينَ قَالَ ذَلِكَ"۔(مسند امام احمد:22922)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز کے بعد) اِرشاد فرمایا: کیا ابھی ابھی تم میں سے کسی نے میرے ساتھ (میرے پیچھے) قراءت کی ہے؟لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی کہوں کہ میرے ساتھ قرآن کریم میں جھگڑا کیا جارہا ہے، پس لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس فرمان بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قراءت کرنے سے رُک گئے۔

③"عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ، فَقِرَاءَتُهُ لَهُ قِرَاءَةٌ"۔(مسند احمد:14643)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جو اِمام کے پیچھے کھڑا ہو تو اِمام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہوتی ہے۔

⑩دسویں دلیل:مصنّف ابن ابی شیبہ:

①"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:كُنَّا نَقْرَأُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «خَلَطْتُمْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ»"۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:3778)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم (نماز میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرآن کریم پڑھا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: تم لوگوں نے مجھ پر قرآن کریم کو خلط ملط کردیا۔

②"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَتُهُ لَهُ قِرَاءَةٌ»"۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:3779)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن شدّاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جو

اِمام کے پیچھے ہو تو اِمام کی قراءت ہی اُس کیلئے قراءت ہے۔

⓫ گیارہویں دلیل: مؤطاءاِمام محمدؒ:

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ:أَمَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم في العصرقَالَ: فَقَرَأَ رَجُلٌ خَلْفَهُ فغَمَزَهُ الَّذِي يَلِيهِ، فَلَمَّا أَنْ صَلَّى قَالَ: لِمَ غَمَزْتَنِي؟ قَالَ:كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُدّامَك، فَكَرِهْتُ أَنْ تَقْرَأَ خَلْفَهُ، فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قال: من كان لَهُ إِمَامٌ فَإِنَّ قِرَاءَتَهُ لَهُ قِرَاءَةٌ“۔(مؤطاءامام محمد:98)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے عصر کی نماز میں اِمامت کی، ایک شخص نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پیچھے قراءت کی، اُس کے ساتھ میں کھڑے شخص نے اُس کو (قراءت سے منع کرنے کیلئے) چٹکی نوچی، جب نماز ہو گئی تو اُس شخص نے (چٹکی نوچنے والے سے) کہا: تم نے مجھے چٹکی کیوں نوچی تھی؟ تو اُس نے جواب دیا: نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تمہارے آگے قراءت کر رہے تھے اِس لئے میں نے یہ ناپسند کیا کہ تم حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پیچھے قراءت کرو، نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے یہ گفتگو سنی تو فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو اُس امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔

⓬ بارہویں دلیل: شرح مَعانی الآثار:

①”عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:صَلَّى رَسُولُ الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَقْبَلَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ:«أَتَقْرَءُونَ وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ» فَسَكَتُوا فَسَأَلَهُمْ ثَلَاثًا فَقَالُوا إِنَّا لَنَفْعَلَ، قَالَ:فَلَا تَفْعَلُوا“۔(طحاوی:1302)

ترجمہ: ایک دفعہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے نماز پڑھائی پھر اپنے رخِ انور سے صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا امام کے پڑھتے ہوئے تم لوگ بھی قراءت کرتے ہو؟ لوگ خاموش رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ یہی سوال کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: جی ہاں! ہم یہ کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ایسا مت کیا کرو۔

②"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ:مَنْ صَلَّى رَكْعَةً، فَلَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ،فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا وَرَاءَ الْإِمَامِ"۔(طحاوی:1300)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد مَروی ہے: جس نے کوئی رکعت (یعنی نماز) پڑھی اور اُس میں "اُمّ القرآن" یعنی سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو اُس کی نماز نہیں ہوئی، ہاں! مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو (تو اُس کی نماز ہو جائے گی)۔

⑬تیرہویں دلیل: سنن دار قطنی:

①"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:«تَكْفِيكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ خَافَتَ أَوْ جَهَرَ»"۔(دار قطنی:1252)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں: تمہارے لئے امام کی قرآت ہی کافی ہے، خواہ امام ہلکی آواز میں پڑھے یا بلند آواز میں۔

②"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِأُمِّ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ إِمَامٍ"

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں کہ ہر وہ نماز جس میں "اُمّ الکتاب" یعنی سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی گئی ہو وہ نا تمام ہوتی ہے، ہاں! مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔(دار قطنی:1241)

③"عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا قِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ"۔(دار قطنی:1247)

ترجمہ: حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مُرسلاً مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: امام کے پیچھے قراءت نہیں کی جائے گی۔

خلفاءِ راشدین اور دیگرصحابہ کرام کا عمل

اِمام کے پیچھے قراءت نہ کرنے پر بہت سے صحابہ کرام کا عمل تھا، حتی کہ خلفاِراشدین رضی اللہ عنہم جیسی عظیم اور جلیل القدر شخصیات بھی اِسی پر عمل پیرا تھیں۔ چنانچہ ذیل میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور اُن کا عمل ملاحظہ فرمائیں، جس سے مسئلہ کو بہت اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے،اِس لئے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دین شناسی اور حدیث فہمی کا کوئی دَعویدار نہیں ہو سکتا، لہٰذا حضرات صحابہ کرام کا عمل اِس بارے میں مضبوط اور ٹھوس دلیل کی حیثیت رکھتا ہے جس سے اِرشاداتِ نبویہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

⑭چودہویں دلیل:خلفاءِراشدین کا عمل:

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ:«نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ» قَالَ: وَأَخْبَرَنِي أَشْيَاخُنَا أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: «مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ»قَالَ:وَأَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، كَانُوا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ»"۔(مصنف عبد الرزاق:2810)

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن زید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ راوی حضرت عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ ہمارے بہت سے مشائخ نے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اِرشاد سنایا ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اُس کی نماز ہی نہیں ہو گی، اور حضرت موسیٰ بن عقبہ نے مجھے خبر دی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کیا کرتے تھے۔

⑮پندرہویں دلیل: حضرت عُمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

① موطّاء امام محمد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: "لَيْتَ فِي فَمِ الذي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ حَجَرًا" کاش! کہ اُس شخص کے منہ میں پتھر ڈال دیے جائیں جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے۔ (موطّاء امام محمد: 98)

② "قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: «تَكْفِيكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ»"۔ (ابن ابی شیبہ: 3884)

ترجمہ: حضرت عُمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تمہارے لئے اِمام کی قراءت ہی کافی ہے۔

③ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَا يُقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ جَهَرَ أَوْ لَمْ يَجْهَرْ۔ (القراءۃ خلف الامام للبیہقی: ص209)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امام کے پیچھے قراءت نہیں کی جائے گی خواہ امام اونچی آواز سے تلاوت کرے یا نہ کرے۔

⑯سولہویں دلیل: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

"عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ قَالَ: كَتَبَ عُثْمَانُ إِلَى مُعَاوِيَةَ: إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لِلْمُنْصِتِ الَّذِي لَا يَسْمَعُ مِثْلُ أَجْرِ السَّامِعِ الْمُنْصِتِ"۔ (القراءۃ خلف الامام للبیہقی: 137)

ترجمہ: حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو تو اس کی طرف کان لگا کر سنو اور خاموش رہو، کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ اِرشاد فرمارہے تھے: جو شخص خاموش رہے اور اُسے سنائی نہ دے اس کیلئے ایسا ہی اجر ہے جیسا کہ اُس شخص کیلئے اجر ہے جو سنتے ہوئے خاموش رہے۔

فائدہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بات سے یہ اِشکال بھی دور ہو گیا جو بعض لوگ کرتے ہیں کہ جب سری نمازوں میں اِمام کے پیچھے سنائی ہی نہ رے رہا ہو تو خاموش کھڑے رہنے کا کیا فائدہ؟ کیا یہ فائدہ کم ہے کہ اُس کو سننے والے کے اجر ہی کی طرح اجر مل رہا ہے!!

⓱ سترہویں دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

① "عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: «مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَدْ أَخْطَأَ الْفِطْرَةَ»"۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ: 3781)

ترجمہ: حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے مَروی ہے، وہ فرماتے ہیں: جس نے اِمام کے پیچھے قراءت کی اُس نے فطرت کو کھو دیا۔

② "عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: مَنْ قَرَأَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ"۔ (مصنّف عبد الرزاق: 2806)

ترجمہ: حضرت محمّد بن عجلان فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے فرمایا: جس نے اِمام کے ساتھ قراءت کی وہ فطرت پر نہیں ہے۔

⑱ اٹھارہویں دلیل: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

① "عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ: «إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا، وَسَيَكْفِيكَ ذَاكَ الْإِمَامُ»"۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ: 3780)

ترجمہ: حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور یہ دریافت کیا کہ کیا میں اِمام کے پیچھے قراءت کروں؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُس سے فرمایا: بیشک نماز میں مشغولیت ہوتی ہے اور تمہارے لئے وہی اِمام کافی ہے۔

② "عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ لا يَقْرَأُ خَلْفَ الإِمَامِ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ وَفِيمَا يُخَافِتُ فِيهِ فِي الأُولَيَيْن، وَلا فِي الأُخْرَيَيْن"۔ (مؤطاء امام محمد: 96)

ترجمہ: حضرت علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے جہری اور سرّی کسی بھی نماز میں قراءت نہیں کیا کرتے تھے، نہ پہلی رکعتوں میں نہ آخری رکعتوں میں۔

③ مصنّف عبد الرزاق میں اِمام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ اِرشاد نقل کیا گیا ہے: "مُلِئَ فُوهُ تُرَابًا" اُس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔ (مصنّف عبد الرزاق: 2806)

④ حضرت ابو اِسحاق فرماتے ہیں: "كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ لَا يَقْرَؤُونَ خَلْفَ الْإِمَامِ" حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اَصحاب اِمام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے

تھے۔(مصنّف عبد الرزاق:2806)

⑲اُنیسویں دلیل: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

①"عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْإِمَامِ،فَقَالَ:لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ"۔(مسلم:577)

ترجمہ: حضرت عطاء بن یَسار رحمۃ اللہ علیہ سے مَروی ہے کہ اُنہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے اِمام کے ساتھ قراءت کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا: اِمام کے ساتھ کسی بھی قسم کی قراءت نہیں۔

②"عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ:«لَا قِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ»"۔(ابن ابی شیبہ:3783)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اِمام کے پیچھے قراءت نہیں کی جائے گی۔

③"عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ:«مَنْ قَرَأَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ»"

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: "مَنْ قَرَأَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ" جو اِمام کے ساتھ قراءت کرے اُس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔(مصنّف عبد الرزاق:2802)

④"عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا «كَانَا لَا يَقْرَآنِ خَلْفَ الْإِمَامِ»"۔(مصنّف عبد الرزاق:2815)

ترجمہ: حضرت ابن ذکوان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں اِمام کے پیچھے قراءت نہیں کیا کرتے تھے۔

⑤"عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِقْسَمٍ أَنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَجَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنهُمْ ، فَقَالُوا : «لَا تَقْرَءُوا خَلْفَ الْإِمَامِ فِي

شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ»"۔(شرح معانی الآثار للطحاوی:1312)

ترجمہ: حضرت عُبید اللہ بن مِقسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت عبد اللہ بن عُمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے (اِمام کے پیچھے قراءت کرنے کے بارے میں) دریافت کیا، تو اِن سب نے یہی فرمایا: اِمام کے پیچھے کسی بھی نماز میں مت پڑھو۔

⑳ بیسویں دلیل: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

"عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا أَقْرَأُ وَالْإِمَامُ بَيْنَ يَدَيَّ. فَقَالَ: «لَا»"۔(شرح معانی الآثار للطحاوی:1316)

ترجمہ: حضرت ابوحمزہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ کیا میں قراءت کر سکتا ہوں جبکہ اِمام میرے سامنے ہو؟ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں۔

㉑ اکیسویں دلیل: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

"عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ:سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفِي كُلِّ صَلَاةٍ قِرَاءَةٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ».فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ:وَجَبَتْ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَكُنْتُ أَقْرَبَ الْقَوْمِ مِنْهُ فَقَالَ: يَا كَثِيرُ مَا أَرَى الْإِمَامَ إِذَا أَمَّ الْقَوْمَ إِلَّا وَقَدْ كَفَاهُمْ"۔(دار قطنی:1505)

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ہر نماز میں قراءت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں!(ہر نماز میں قراءت ضروری ہے)۔ اَنصار میں سے ایک شخص نے کہا: یہ (قراءت) تو واجب ہو گئی۔ حدیث کے

راوی حضرت کثیر بن مُرّہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ (اِس حدیث کو سنانے کے بعد) میری جانب متوجّہ ہوئے اور میں لوگوں میں اُن کے سب سے زیادہ قریب تھا، پس اُنہوں نے فرمایا: اے کثیر ! میں تو صرف یہی سمجھتا ہوں کہ اِمام جب کسی قوم کی اِمامت کرے تو وہ (قراءت کرنے میں) سب کی طرف سے کافی ہے۔

۲۲ بائیسویں دلیل: حضرت عبد اللہ بن عُمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ:

① "عَنْ نَافِعٍ وَأَنَسِ بْنِ سِيرِينَ أَنَّهُمَا حَدَّثَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا أَنَّهُ قَالَ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ: «تَكْفِيكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ»"۔(دار قطنی:1503)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عُمر رضی اللہ عنہما سے مَروی ہے، وہ اِمام کے پیچھے قراءت کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تمہارے لئے اِمام کی قراءت ہی کافی ہے۔

② "عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا كَانَ إِذَا سُئِلَ: هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ خَلْفَ الإِمَامِ؟ يقول: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الإِمَامِ، وَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ، قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لاَ يَقْرَأُ خَلْفَ الإِمَامِ"۔(مؤطاءمالک:251)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے: جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اُس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے، اور جب اکیلے نماز پڑھے تو اُسے قرأت کرنی چاہیے۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اِمام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

③ " عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ يَنْهَى عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ

الْإِمَامِ“۔(مصنّف عبد الرزاق:2814)

ترجمہ: حضرت زید بن اَسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عُمر رضی اللہ عنہما اِمام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

㉓ تیئیسویں دلیل: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

① ”عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ:«مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الإِمَامِ»۔«هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ»“۔(ترمذی:313)

ترجمہ: حضرت ابو نُعیم وہب بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ یہ فرمارہے تھے: جس نے جس نے نماز پڑھی اور اُس میں سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی تو گویا اُس نے نماز ہی نہیں پڑھی، ہاں! مگر یہ کہ وہ اِمام کے پیچھے ہو (تو نماز ہو جائے گی)۔

② ”عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ قَالَ:سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ: أَتَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ شَيْئًا؟ فَقَالَ: «لَا»“۔(مصنّف عبد الرزاق:2819)

حضرت عُبید اللہ بن مِقسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ ظہر اور عصر کی نماز (یعنی سری نمازوں) میں اِمام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا: نہیں۔

㉔ چوبیسویں دلیل: حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

حضرت علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:”وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِئَ فُوهُ،قَالَ: أَحْسَبُهُ قَالَ: تُرَابًا أَوْ رَضْفًا“میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ شخص جو اِمام

کے پیچھے قراءت کرتاہے اُس کا مٹی یا اَنگارہ سے بھر جائے۔(مصنّف عبد الرزاق:2808)

۲۵ پچیسویں دلیل: ستر بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فتویٰ:

"قَالَ الشَّعْبِي: أَدْرَكْتُ سَبعِيْنَ بَدرِيّاً كُلُّهُمْ يَمْنَعُونَ الْمُقْتَدِي عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ"۔(تفسیر روح المعانی:5/142)

ترجمہ: اِمام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ستر بدری صحابہ کرام کو پایا ہے کہ وہ سب کے سب مقتدی کو اِمام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

۲۶ چھبیسویں دلیل: حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

"عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي نِجَادٍ، عَنْ سَعْدٍ قَالَ:«وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي فِيهِ جَمْرَةٌ»"۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:3782)

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ وہ شخص جو اِمام کے پیچھے پڑھتا ہے اُس کے منہ میں انگارہ ہو۔

۲۷ ستائیسویں دلیل: حضرت عَطاء بن یَسار رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

"عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَيُجْزِي عَمَّنْ وَرَاءَ الْإِمَامِ قِرَاءَتُهُ فِيمَا يَرْفَعُ بِهِ الصَّوْتَ وَفِيمَا يُخَافِتُ؟ قَالَ: «نَعَمْ»"۔(مصنّف عبد الرزاق:2818)

ترجمہ: حضرت ابن جُریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عَطاء رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ کیا اِمام کے پیچھے جہری و سری تمام نمازوں میں مقتدی کیلئے اِمام کی قراءۃ کافی ہو جائے گی؟ اُنہوں نے فرمایا: جی ہاں!!(کافی ہو جائے گی)

علّامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

جہری نماز میں اِمام کے پیچھے قراءت کرنے کے بارے میں علّامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے

کتنی سخت بات اِرشاد فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

”فَالْمَقْصُودُ بِالْجَهْرِ اسْتِمَاعُ الْمَأْمُومِينَ، وَلِهَذَا يُؤَمِّنُونَ عَلَى قِرَاءَةِ الْإِمَامِ فِي الْجَهْرِ دُونَ السِّرِّ، فَإِذَا كَانُوا مَشْغُولِينَ عَنْهُ بِالْقِرَاءَةِ فَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَقْرَأَ عَلَى قَوْمٍ لَا يَسْتَمِعُونَ لِقِرَاءَتِهِ، وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ أَنْ يُحَدِّثَ مَنْ لَمْ يَسْتَمِعْ لِحَدِيثِهِ، وَيَخْطُبَ مَنْ لَمْ يَسْتَمِعْ لِخُطْبَتِهِ، وَهَذَا سَفَهٌ تُنَزَّهُ عَنْهُ الشَّرِيعَةُ.وَلِهَذَا رُوِيَ فِي الْحَدِيثِ:«مَثَلُ الَّذِي يَتَكَلَّمُ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا» فَهَكَذَا إذَا كَانَ يَقْرَأُ وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ عَلَيْهِ“اِمام کے بلند آواز سے پڑھنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ پڑھے اور مقتدی غور سے سنیں،یہی وجہ ہے کہ اِمام کے جہری نمازوں میں (سورۃ الفاتحہ کی) قراءت کرنے پر مقتدی آمین کہتے ہیں اور سرّی نمازوں میں نہیں کہتے (کیونکہ وہ اِمام کے پڑھنے کو سنتے نہیں)۔پس اگر مقتدی (اِمام کے پیچھے) قراءت کرنے میں مشغول ہوجائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اِمام کو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو سنائے جو اس کی قراءت کو سننے کیلئے آمادہ ہی نہیں ہیں اور یہ ایسا ہے کہ جیسے کسی ایسی قوم کے سامنے بیان کرو جو اس کی بات ہی نہ سنیں اور ایسے لوگوں کے سامنے خطبہ دو جو اُس کے خطبہ کی جانب توجہ ہی نہ دیں اور یہ ایسی کھلی حماقت ہے جس سے شریعت مطہرہ کا دَامن بالکل پاک ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اِمام کے خطبہ کے وقت باتیں کررہا ہو تو اُس کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے پر پر کتابوں کا بوجھ لادا گیا ہو۔بالکل اِسی طرح وہ شخص ہے جو جہری نمازوں میں اِمام کے پیچھے قراءت کرتا ہو۔(فتاویٰ کبریٰ لابن تیمیہ:2/294)

قراءت خلف الامام کے قائلین کے دلائل کے جواب

① پہلی دلیل:

”عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ،عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ،قَالَ:صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ القِرَاءَةُ،فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ:«إِنِّي أَرَاكُمْ تَقْرَءُونَ وَرَاءَ إِمَامِكُمْ» قَالَ: قُلْنَا:يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِيْ وَاللَّهِ،قَالَ:«لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِأُمِّ القُرْآنِ، فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا»“۔(ترمذی:311)

ترجمہ: محمّد بن اسحاق مکحول سے،اور وہ محمود بن رَبیع سے اور وہ حضرت عُبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو آپ ﷺ پر قرآن کریم کی قراءت کرنا بوجھل ہوگیا، پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تواِرشاد فرمایا: میں تمہیں دیکھ رہا تھا کہ تم لوگ اِمام کے پیچھے قراءت کررہے تھے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ !جی ہاں، اللہ کی قسم !(ہم آپ کے پیچھے قراءت کررہے تھے) آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: سورۃ الفاتحہ کے علاوہ(اِمام کے پیچھے) قراءت نہ کیا کرو، کیونکہ اُس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی۔

جواب:

محمّد ابن اسحاق راوی کی مذکورہ بالا روایت اگرچہ اِمام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے پر صراحۃً دلالت کرتی ہے، لیکن بالاتفاق ضعیف ہے چنانچہ علّامہ البانی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے بھی اِسے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے:(صحیح وضعیف سنن الترمذی) پس ضعیف ہونے کی وجہ سے یہ حدیث قابلِ اِستدلال نہیں، لہٰذا اسے قراءت خلف الاِمام کے مسئلہ پر دلیل کے

طور پر ہرگز پیش نہیں کیا جاسکتا۔اور ضعف کی وجہ یہ ہے کہ "محمدؒ بن اسحاق" ایک ضعیف راوی ہیں، چنانچہ اُن کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال ملاحظہ کیجئے:

- اِمام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**ليس بالقوي**" قوی نہیں۔
- اِمام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**لا يحتج به**" قابلِ اِستدلال نہیں۔
- اِمام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**قدري معتزلي**" قدری اور معتزلی ہے۔
- سلیمان التیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**كذاب**" جھوٹا ہے۔
- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**دجال من الدجاجلة**" دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔(میزان الاعتدال:3/469)

②دوسری دلیل:

"عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ:أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:«لاَ صَلاَةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ»"۔(بخاری:756)

ترجمہ:حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:اُس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی۔

جواب:

یہ روایت اگرچہ صحیح ہے لیکن اِمام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے کے بارے میں صریح نہیں ،اِس لئے کہ اِس سے زیادہ سے زیادہ سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا ضروری ثابت ہورہا ہے جس سے کسی کو اِنکار نہیں،اختلاف تو اس بات میں ہے کہ مقتدی کیلئے اِمام کے پیچھے بھی سورۃ الفاتحہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں ،اِس کے بارے میں حدیث کے اندر کوئی ذکر نہیں،پس دوسری احادیثِ صحیحہ صریحہ کی روشنی میں یہی کہا جائے گا کہ

اس کا تعلّق اِمام اور منفرد (اکیلے نماز پڑھنے والے) سے ہے، چنانچہ ترمذی میں حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مَروی ایک روایت جس کو اِمام ترمذی رَحمۃُ اللہِ علیہ نے بھی صحیح کہا ہے اُس میں ”إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الإِمَامِ“ کی صراحت موجود ہے، یعنی ”سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، لیکن اگر اِمام کے پیچھے ہوں تو ہو جاتی ہے“۔(ترمذی:313)

اور اِسی مذکورہ بالا حدیث کی وجہ سے اِمام احمد بن حنبل رَحمۃُ اللہِ علیہ کا بھی یہی اِرشاد ہے جسے خود اِمام ترمذی رَحمۃُ اللہِ علیہ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے، مُلاحظہ کیجئے:

”مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ»،إِذَا كَانَ وَحْدَهُ، وَاحْتَجَّ بِحَدِيثِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ حَيْثُ قَالَ:«مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ القُرْآنِ، فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الإِمَامِ» قَالَ أَحْمَدُ: فَهَذَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ»،أَنَّ هَذَا إِذَا كَانَ وَحْدَهُ“۔(ترمذی:2/121)

ترجمہ:اِمام احمد بن حنبل رَحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جو یہ اِرشاد فرمایا ہے کہ:”اُس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ الفاتحہ نہ پڑھے“یہ اِرشاد اُس شخص کیلئے ہے جو منفرد یعنی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔اور اُنہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی حدیث سے اِستدلال کیا ہے، کیونکہ حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: جس نے نماز پڑھی اور اُس میں سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی تو گویا اُس نے نماز ہی نہیں پڑھی، ہاں! مگر یہ کہ وہ اِمام کے پیچھے ہو (تو نماز ہو جائے گی)۔اِمام احمد بن حنبل رَحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ دیکھیں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اصحاب میں سے ایک صحابی حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نبی کریم

ﷺ کے فرمان"لَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الکِتَابِ"کا مطلب یہ بیان کررہے ہیں کہ یہ یقیناً اُس شخص کے بارے میں ہے جو کہ اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

اِسی طرح حدیثِ مذکور کا منفرد کے ساتھ خاص ہونا حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے ، چنانچہ اِمام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"لِمَنْ یُصَلِّي وَحْدَهُ"یہ حدیث منفرد یعنی اُس شخص کیلئے ہے جو اکیلے نماز پڑھتا ہو۔ (ابوداؤد:822)

خلاصہ: پس خلاصہ یہ ہے کہ اِمام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنا کسی صحیح اور صریح حدیث سے ثابت نہیں ، اِس لئے کہ اس بارے میں پیش کردہ دونوں دلیلوں میں سے ایک روایت صحیح نہیں اور دوسری دلیل جو صحیح ہے وہ صریح نہیں، جبکہ اِمام کے پیچھے قراءت نہ کرنے اور اُس کی مُمانعت کا صریح حکم قرآن و حدیث کی واضح ، صحیح اور صریح نصوص میں موجود ہے، جس کی تفصیل ماقبل ذکر کی گئی ہے۔

☆............☆............☆

﴿دوسرا مسئلہ﴾

ترک رفع یدین

جس طرح نماز کی ابتداء میں تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھانا ایک متفق علیہ اور مسلّمہ مسئلہ ہے، اِسی طرح سجدہ میں جاتے ہوئے یا سجدہ سے سر اُٹھاتے ہوئے رفعِ یدین کا منسوخ ہونا بھی ایک متفق علیہ معاملہ ہے جس پر روایاتِ صحیحہ (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے) کے ہوتے ہوئے بھی جمہور علماء کرام اور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی کا بھی عمل نہیں، تاہم رکوع میں جاتے ہوئے یا رکوع سے سر اُٹھاتے ہوئے رفعِ یدین کے منسوخ ہونے یعنی کرنے نہ کرنے کے بارے میں اختلافِ روایات کی وجہ سے دو رائے ہیں، ائمہ اربعہ میں سے دو بڑے اِمام یعنی سراج الأئمہ حضرت اِمام اعظم ابو حنیفہ اور اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک رفعِ یدین نہیں کیا جائے گا ،اور بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام حتیٰ کہ خلفاءِ راشدین اور کبار تابعین اور فقہاء عظام کا بھی یہی مسلک ہے، یہی وجہ ہے کہ اِس قدر کثرت سے صحابہ کرام، تابعین اور فقہاء کرام نے اِس کو اختیار کیا ہے کہ ترکِ رفع یدین کی احادیث کو عملاً متواتر کا درجہ حاصل ہے۔ عالَمِ اِسلام کے دو بڑے مرکز یعنی مدینہ منوّرہ اور کوفہ کے تقریباً تمام فقہاء و محدّثین بغیر کسی اِستثناء کے ترکِ رفع پر ہی عمل کرتے رہے ہیں، پس ایسے میں رفع یدین کی روایات کو منسوخ نہ ماننا اور اُس پر عمل نہ کرنے والوں کی نماز کو ناقص اور ادھورا سمجھنا (جیسا کہ بعض ناعاقبت اندیش کرتے ہیں) حق کو چھپانے اور اُس پر پردہ ڈالنے کے سوا کچھ نہیں۔ ذیل میں اِسی حقیقت کو واضح اور بے غبار کرنے کیلئے قرآن و

حدیث سے دلائل ذکر کیے جارہے ہیں نیز حضرات صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعامل ذکر کیا جارہا ہے، جسے پڑھ کر بہت اچھی طرح یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ ترکِ رفع یدین ہی نبی کریم ﷺ کا وہ آخری طریقہ تھا جسے صحابہ و تابعین کی ایک بڑی جماعت نے یہاں تک کہ خلفاء راشدین نے اختیار کیا تھا۔

❶ پہلی دلیل: قرآن کریم:

قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ ترجمہ: اُن ایمان والوں نے یقیناً فلاح پالی ہے جو اپنی نماز میں دِل سے جھکنے والے ہیں۔(آسان ترجمہ قرآن۔المؤمنون:1،2)

رئیس المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ﴿خَاشِعُونَ﴾ لَايَرْفَعُونَ أَيْدِيْهِمْ فِی الصَّلَاةِ۔یعنی آیتِ مذکورہ میں "خاشعون" سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔(تنویر المقباس:359)

حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "﴿خَاشِعُونَ﴾ الَّذِيْنَ لَايَرْفَعُونَ أَيْدِيْهِمْ فِی الصَّلَاةِ إِلَّا فِي التَّكْبِيْرَةِ الْأُولى" یعنی آیتِ مذکورہ میں "خاشعون" سے مراد وہ لوگ ہیں جو تکبیر تحریمہ کے علاوہ پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے۔(بحر العلوم للسمرقندی:2/473)

❷ دوسری دلیل: بخاری شریف:

"عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ: أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ،فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ"۔(بخاری:828)

ترجمہ: حضرت محمد بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے مَروی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا تو حضرت ابو حُمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو تم سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوں، میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر (تحریمہ) کہتے تو اپنے ہاتھ کندھوں کے برابر لے جاتے اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جمادیتے، پھر اپنی کمر (مبارک) جھکاکر سر اور گردن کے برابر کردیتے، پھر رکوع سے سر اُٹھاکر سیدھے کھڑے ہو جاتے، حتی کہ آپ کی کمر کی ہر پسلی اپنی جگہ پر آجاتی۔

وضاحت: مندرجہ بالا حدیث میں حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے، پھر اُنہوں نے آپ ﷺ کی نماز کی کیفیت ذکر کرتے ہوئے رکوع میں جاتے ہوئے یا رکوع سے کھڑے ہو کر رفعِ یدین کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت "رفعِ یدین" کا ذکر فرمایا۔

③ تیسری دلیل: مُسلم شریف:

"عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟ اُسْكُنُوا فِي

الصَّلَاةِ»"۔(مسلم، رقم الحدیث:430)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ مبارک سے نکل کر) ہمارے پاس تشریف لائے اور (ہمیں رفعِ یدین کرتے ہوئے دیکھ کر) اِرشاد فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں تمہیں اس طرح رفعِ یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں جیسے بِدکے ہوئے گھوڑے کی دُمیں اُٹھی ہوئی ہوں (ایسا نہ کیا کرو) نماز میں سکون اختیار کرو۔

وضاحت: حدیثِ مذکور سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(1)"مَا لِي أَرَاكُمْ" سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے اندر کیے جانے والے رفعِ یدین کا ناپسند کرنا۔(2)"كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ" سے رفعِ یدین کو حیوانی حرکت قرار دینا۔(3)"اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ" کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رفعِ یدین کو نماز کے خلاف اور سکون کے منافی قرار دیتے ہوئے اسے منع کرنا۔ اور یہی سکون کا حکم قرآن کریم میں بھی"قُومُوا لِلَّهِ قَانِتِيْنَ" کے ذریعہ دیا گیا ہے، جس سے تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفعِ یدین کا خلافِ اولیٰ ہونا بالکل ظاہر ہے۔

نوٹ: حدیثِ مذکور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد"اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ"یعنی نماز میں سکون اختیار کرو۔ یہ نماز کے دوران کیے جانے والے ہر قسم کے رفعِ یدین کو شامل ہے، خواہ وہ رکوع سے پہلے ہو یا بعد میں، سجدہ میں جاتے ہوئے ہو یا سجدہ کے بعد، یا تشہّد کے بعد ہو، ہر قسم کے رفعِ یدین کے نسخ میں صریح ہے، البتہ تکبیرِ تحریمہ کے موقع پر جو رفعِ یدین کیا جاتا ہے وہ نماز سے خارج ہے کیونکہ وہ نماز کے شروع میں ہوتا ہے، درمیان میں نہیں۔

❹ چوتھی دلیل: ترمذی شریف:

”عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ: «أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَصَلَّى، فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ». وَفِي البَابِ عَنْ البَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ“۔ (ترمذی، رقم الحدیث: 257)

ترجمہ: حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دفعہ لوگوں سے فرمانے لگے: میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ اُس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور صرف پہلی مرتبہ تکبیر میں ہاتھوں کو اٹھایا۔ اس کے بعد اِمام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اور رفع یدین کے باب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رفعِ یدین کو ترک کرنے سے متعلّق مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں اِمام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَأَهْلِ الكُوفَةِ“۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور بے شمار اہلِ علم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اسی کے قائل ہیں اور یہی حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ کا قول ہے۔ (یعنی نماز میں صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفعِ یدین کیا جائے گا، اس کے علاوہ نہیں)۔ (ترمذی، رقم الحدیث: 257)

⑤پانچویں دلیل: ابوداؤد شریف:

ابوداؤد شریف کی کئی روایات ہیں جن میں ترکِ رفعِ یدین کا ذکر ہے:

❋"عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا حَتَّى انْصَرَفَ"۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے شروع میں اپنے ہاتھ اُٹھائے پھر فارغ ہونے تک دوبارہ نہیں اُٹھائے۔(ابوداؤد:752)

❋"عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى قَرِيبٍ مِنْ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَا يَعُودُ"۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں قریب تک اُٹھاتے پھر اُس کے بعد (رکوع میں جاتے ہوئے یا رکوع سے اُٹھتے ہوئے) دوبارہ نہیں اُٹھاتے تھے۔(ابوداؤد:749)

❋"عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً"۔

ترجمہ: حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ لوگوں سے اِرشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ اُس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور صرف پہلی مرتبہ تکبیر میں ہاتھوں کو اٹھایا۔(ابوداؤد:748)

❻ چھٹی دلیل: نَسائی:

"عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ: «أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً»"۔

ترجمہ: حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ لوگوں سے اِرشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ اُس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور صرف ایک ہی مرتبہ تکبیر (یعنی تکبیرِ تحریمہ) کہتے ہوئے رفعِ یدین کیا۔(نَسائی:1058)

❼ ساتویں دلیل: مُستخرجِ ابی عوانہ:

"عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ: حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَا يَرْفَعُهُمَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ"۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو ہاتھ اُٹھاتے یہاں تک کہ اُسے کندھوں تک اُٹھاتے ۔ اور جب آپ کا اِرادہ رکوع کرنے کا اور رکوع سے سر اُٹھانے کا ہوتا تو ہاتھ نہیں اُٹھاتے، اور بعض حضرات نے کہا کہ دونوں سجدوں کے درمیان ہاتھ نہیں اُٹھاتے، اور معنی ایک ہی ہے۔(مستخرج ابی عوانہ:1572)

❽ آٹھویں دلیل: مُسندِ حُمیدی:

علّامہ حُمیدی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بھی اُستاذ ہیں، اُن کی مُسند میں ہے:

"أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ:«رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ»"۔

ترجمہ: حضرت سالم اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو (تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے) اپنے کندھوں تک اُٹھاتے، اور جب آپ کا رکوع میں جانے کا اِرادہ فرماتے اور رکوع سے اپنے سر کو اُٹھانے کے بعد پھر رفعِ یدین نہیں کیا کرتے تھے اور نہ ہی دونوں سجدوں کے درمیان (رفعِ یدین کرتے)۔(مسند حُمیدی، رقم:626)

⑨نَویں دلیل: مُصنّف ابن ابی شیبہ:

"عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا حَتَّى يَفْرُغَ»"۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت رفعِ یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی او جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔(مصنّف ابن ابی شیبہ، رقم:2440)

⑩دَسویں دلیل: طبرانی کبیر:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ حِينَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ وَحِينَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فَيَنْظُرُ إِلَى الْبَيْتِ، وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الصَّفَا، وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الْمَرْوَةِ، وَحِينَ يَقِفُ مَعَ النَّاسِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ وبِجَمْعٍ، وَالْمَقامَيْنِ حِينَ

يَرْمِي الْجَمْرَةَ»"۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: ہاتھوں کو صرف سات مقامات پر اُٹھایا جائے گا: نماز شروع کرتے ہوئے، جب مسجدِ حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ پر نگاہ پڑے، جب صفاء کی پہاڑی پر چڑھے، جب مَروہ کی پہاڑی پر چڑھے، جب عرفہ کی شام لوگوں کے ساتھ وقوف کرے، اور مزدلفہ میں (وقوفِ مزدلفہ کے وقت) دونوں مقام پر جبکہ جمرہ کی رمی کرے۔ (طبرانی کبیر: 12072)

﴿ رفعِ یدین کے بارے میں خلفاءِ راشدین اور دیگرصحابہ کرام کا عمل ﴾

⑪ گیارہویں دلیل: حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا عمل:

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، انہوں نے سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں بھی اپنے ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔ (مسند ابو یعلیٰ موصلی: 5039)

⑫ بارہویں دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل:

حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ، فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ إِلَّا حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ" میں نے سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، اُنہوں نے نماز کے شروع میں تکبیر کے علاوہ کسی اور جگہ ہاتھ نہیں اُٹھایا۔
(مُصنّف ابن ابی شیبہ: 2454)

⑬تیرہویں دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل:

حضرت عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں: ”أَنَّ عَلِيًّا، كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَا يَعُودُ“ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھ اُٹھاتے تھے پھر (آخر تک) دوبارہ نہیں اُٹھاتے۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ: 2442)

⑭چودھویں دلیل: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل:

اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت نُعَیم مُجمِر اور ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہما نے خبر دی ہے: ”أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُصلّي بِهِم فَكَبَّر كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ“ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اُنہیں نماز پڑھاتے تھے تو ہر اُٹھتے اور جھکتے ہوئے تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہتے تھے۔ حضرت ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيْنَ يُكَبِّرُ وَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةِ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صرف نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھایا کرتے تھے۔ (مؤطا امام محمد: 88)

⑮پندرہویں دلیل: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل:

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَا يَسْتَفْتِحُ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا“ یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں (تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے) ہاتھ اُٹھاتے تھے پھر (آخر تک) نہیں اُٹھاتے۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ: 2443)

⑯سولہویں دلیل: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل:

❁ حضرت مُجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”مَا رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ“ میں نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو صرف نماز کے شروع میں ہاتھ

اُٹھاتے ہوئے دیکھا۔(مصنّف ابن ابی شیبۃ:2452)

❁ حضرت مُجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ"میں نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی،اُنہوں نے نماز کی صرف تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اُٹھایا۔(طحاوی:1357)

﴿ رفعِ یدین کے بارے میں کِبار تابعین کا عمل ﴾

⑰ سترہویں دلیل:حضرت ابراہیم نخعی اور شعبی رحمۃ اللہ علیہما کا عمل:

❁ حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ،ثُمَّ لَا يَعُودُ، قَالَ: وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ، وَالشَّعْبِيَّ يَفْعَلَانِ ذَلِكَ" میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ پہلی تکبیر (تکبیرِ تحریمہ) میں اپنے ہاتھ اُٹھاتے پھر دوبارہ (آخر تک) نہیں اُٹھاتے،راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہما کو بھی دیکھا کہ وہ بھی اِسی طرح کرتے تھے۔(طحاوی:1364)

❁ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے:"أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرِ ،ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا" وہ صرف پہلی تکبیر (یعنی تکبیرِ تحریمہ) میں ہاتھ اُٹھاتے تھے پھر (آخر تک) نہیں اُٹھاتے۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:2444)

❁ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"لَا تَرْفَعْ يَدَيْكَ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ إِلَّا فِي الِافْتِتَاحَةِ الْأُولَى" نماز کے شروع میں (تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے) ہاتھ اُٹھاؤ اور اس کے علاوہ نماز کے کسی بھی رکن میں مت اُٹھایا کرو۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:2447)

✸ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "إِذَا كَبَّرْتَ فِي فَاتِحَةِ الصَّلَاةِ فَارْفَعْ يَدَيْكَ، ثُمَّ لَا تَرْفَعْهُمَا فِيمَا بَقِيَ" جب تم نماز کے شروع میں تکبیر کہو تو اپنے ہاتھوں کو اُٹھاؤ پھر بقیہ پوری نماز میں ہاتھوں کو نہ اُٹھاؤ۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ: 2445)

⑱ اٹھارہویں دلیل: حضرت اَسود اور علقمہ رحمۃ اللہ علیہما کا عمل:

حضرت اسود اور حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہما کے بارے میں آتا ہے: "كَانَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا إِذَا افْتَتَحَا ثُمَّ لَا يَعُودَانِ" وہ دونوں نماز کے شروع میں ہاتھ اُٹھایا کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں اُٹھاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 2453)

⑲ انیسویں دلیل: حضرت علی وعبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے شاگردوں کا عمل:

حضرت ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، قَالَ وَكِيعٌ: ، ثُمَّ لَا يَعُودُونَ" حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے شاگرد صرف نماز کے شروع میں (تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے) ہاتھ اُٹھایا کرتے تھے۔ حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر وہ دوبارہ نماز کے آخر تک دوبارہ ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ: 2446)

⑳ بیسویں دلیل: اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لَا أَعْرِفُ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِي تَكْبِيرِ الصَّلَاةِ لَا شَيْءٍ مِنْ فِي خَفْضٍ وَلَا فِي رَفْعٍ" کہ میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ (نماز کے اندر) کسی چیز میں رفعِ یدین نہیں جانتا، نہ ہی جھکنے میں اور نہ اُٹھنے میں۔

اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت عبد الرحمان بن قاسم فرماتے ہیں: "كَانَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ مَالِكٍ ضَعِيفًا إِلَّا فِي تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ" تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفعِ

یدین کرنا اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضعیف مسلک تھا۔(المدوّنۃ الکبریٰ:1/165)

㉑ اکیسویں دلیل: اہلِ مدینہ منوّرہ کا اِجماع:

اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ترکِ رفعِ یدین کا مسلک اِس لئے اختیار کیا کیونکہ اُن کے نزدیک اہلِ مدینہ کا عمل ایک حجت اور دلیل کی حیثیت رکھتا ہے، چنانچہ علّامہ ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **"مِنْ أُصُولِ مَالِكٍ اِتِّبَاعُ عَمَلِ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَإِنْ خَالَفَ الْحَدِيْثَ"**،یعنی اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اُصول میں سے ہے کہ وہ اہلِ مدینہ کے عمل کی اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔(بدائع الفوائد للجوزی:4/32)

پس اِس سے معلوم ہوا کہ مدینہ منوّرہ جو کہ اہلِ علم اور عالَمِ اِسلام کا عظیم مرکز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جائے سکونت ہے، وہاں کے رہنے والے بھی تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کہیں رفعِ یدین نہیں کیا کرتے تھے، نیز اِسی سے یہ بھی واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل "ترکِ رفعِ یدین" کا تھا، اِسی وجہ سے خلفاء راشدین صحابہ کرام اور تابعین کی ایک بڑی جماعت نے اِسی کو اختیار کیا ہے۔

㉒ بائیسویں دلیل: اہلِ کوفہ کا اِجماع:

علم و عمل کا عظیم مَرکز جسے دنیا "کوفہ" کے نام سے جانتی ہے، اور جہاں حضرات صحابہ کرام و تابعین کی ایک بڑی جماعت رہی ہے، وہاں کے رہنے والوں کا بھی مسلَک "ترکِ رفعِ یدین" ہی کا تھا، چنانچہ ماقبل اِمام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے گزر چکا ہے، وہ فرماتے ہیں: **"وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِينَ،وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ،وَأَهْلِ الكُوفَةِ"** یعنی بے شمار اہلِ علم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اسی کے قائل ہیں اور یہی

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ کوفہ کا قول ہے۔(یعنی نماز میں صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفعِ یدین کیا جائے گا)۔(ترمذی، رقم الحدیث:257)

۲۳ تیئسویں دلیل: اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

فقہِ حنفی کے سب سے بڑے ناقل حضرت اِمام محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "مؤطاء اِمام محمد" میں لکھتے ہیں:"فَأَمَّا رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ فَإِنَّهُ يَرْفَعُ الْيَدَيْنِ حَذْوَ الْأُذُنَيْنِ فِي ابْتِدَاءِ الصَّلٰوةِ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ لَا يَرْفَعُ فِي شَيْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَهٰذَا كُلُّهُ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ" اور بہرحال نماز میں رفعِ یدین کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ صرف ایک مرتبہ نماز کی اِبتداء میں ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھائے، پھر اس کے بعد نماز میں کسی بھی جگہ ہاتھ نہ اُٹھائے۔ اور یہ سب حضرت اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔(مؤطا اِمام محمدؒ:90، 91، میزان)

رفعِ یدین کی روایات قابلِ عمل کیوں نہیں

ائمّہ اربعہ میں دو بڑے اور مشہور اِمام یعنی اِمام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے کھڑے ہوتے ہوئے رفعِ یدین کے قائل نہیں، اور اُنہوں نے رفعِ یدین کی روایات کو اِس لئے ترجیح نہیں دی کیونکہ وہ احادیث متن کے اعتبار سے مضطرب (مختلف) ہونے کی وجہ سے قابلِ اِستدلال نہیں، چنانچہ رفعِ یدین کی "اَصح ما فی الباب" یعنی سب سے زیادہ صحیح روایت جس کو رفعِ یدین کے بارے میں سب سے مضبوط اور ٹھوس دلیل قرار دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اُسے "حجۃ اللہ علی الخلق" کا درجہ دیا گیا ہے، وہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے، جسے اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

”عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ:أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاَةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا یہ طریقہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں تکبیر کہتے ہوئے، رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اُٹھاکر رفعِ یدین کیا کرتے تھے۔(بخاری:735)

لیکن یہ حدیث متن کے اعتبار سے مضطرب (یعنی مختلف) ہے، یعنی اِس کے الفاظ کے اندر بڑی کثرت سے اختلاف پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے یہ حدیث قابلِ اِستدلال نہیں، اور اِس کے اضطراب کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں بکثرت یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ نماز میں رفعِ یدین یعنی ہاتھوں کے اُٹھانے کا عمل کتنی مرتبہ اور کہاں کہاں کیا جائے گا، چنانچہ:

❋...ایک روایت میں صرف رکوع سے اُٹھ کر رفعِ یدین کا ذکر ہے۔(مؤطامالک:210)

❋...ایک روایت میں دو رکعتوں کے بعد تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہونے کے بعد بھی رفعِ یدین کا ذکر ہے۔(بخاری:739)

❋...صرف سجدہ میں جاتے ہوئے بھی رفعِ یدین کا ذکر ہے۔(طبرانی اوسط:16)

❋...ایک اور روایت میں ہر خفض ورفع یعنی نماز میں ہر اونچ نیچ کے وقت رفعِ یدین کا ذکر ہے۔(شرح مشکل الآثار:5831)

❋...ایک روایت میں صرف نماز کے شروع میں تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے رفعِ یدین کا ذکر ہے۔(نصب الرّایۃ:1/404)(مستخرج ابی عوانہ:1572)

مذکورہ بالا تمام احادیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی مَروی ہیں، اور ان سب میں

دیکھ لیجئے کہ کس قدر شدید متن کا اختلاف و اضطراب پایا جاتا ہے، نیز خود حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو کہ اِس "اَصح مافی الباب" روایت کے راوی ہیں، خود اُن کا عمل بھی رفعِ یدین کا نہیں تھا، چنانچہ مشہور اور جلیل القدر تابعی حضرت مُجاہد رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے ایک طویل زمانہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ گزارا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو صرف نماز کے شروع میں ہاتھ اُٹھاتے ہوئے دیکھا۔(مصنّف ابن ابی شیبۃ:2452)(طحاوی:1357)

جبکہ ترکِ رفعِ یدین کی روایات غیر مضطرب ہیں جن میں سند اور متن کا کوئی اختلاف اور اضطراب بھی نہیں پایا جاتا، اور نہ ہی اُن کے راوی کا عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہے پس ایسے میں اُنہیں کیوں اختیار نہ کیا جائے اور وہ کیوں قابلِ ترجیح نہ ہوں۔ اور پھر اُس پر مزید یہ کہ وہ روایات قرآن کریم کے مُوافق اور تعاملِ صحابہ کے مطابق بھی ہیں، چنانچہ قرآن کریم کی آیات:﴿قُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾اور﴿الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ سے اِسی کی تائید ہوتی ہے، نیز خلفاء راشدین سمیت کئی صحابہ کرام اور تابعین کا عمل بھی اِسی کے مطابق رہا ہے اور اِسی وجہ سے اہلِ علم کے دو بڑے مرکز مدینہ منوّرہ اور کوفہ کے فقہاء کرام نے اِسی کو اختیار کیا تھا۔

☆.....................☆.....................☆

﴿تیسرا مسئلہ﴾

آمین آہستہ کہنا

سورۃ الفاتحہ کے اختتام پر ایک لفظ "آمین" کہا جاتا ہے جو دراصل اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی قبولیت کی ایک درخواست ہے، اِسی لئے اس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ: "اے اللہ! میری دُعاء قبول فرمالے۔ نماز میں پڑھی جانے والی سورۃ الفاتحہ کے اختتام پر اِس کو آہستہ پڑھا جائے یا زور سے، اِس بارے میں کُتبِ احادیث کے اندر دونوں طرح کی روایات پائی جاتی ہیں جن سے سرًا یا جہرا دونوں طرح آمین کہنا ثابت ہوتا ہے، اِسی لئے فقہاء و محدّثین اور ائمہ مجتہدین کے درمیان اُن روایات کی ترجیح میں اختلاف ہوا ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے اِمام شافعی اور اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما آمین جہراً کہنے کے قائل ہیں، جبکہ اِمام مالک اور اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سراً آمین کہنے کی روایات کو ترجیح دیتے ہوئے سرّاً کہنے کے قائل ہیں۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: 1\216)

ذیل میں آہستہ آمین کہنے کی روایات کے راجح ہونے کی وجوہات اور اُن کے دلائل ذکر کیے جارہے ہیں جن سے اِس مسئلہ کو بہت اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے:

❶ پہلی دلیل: قرآن کریم:

① اللہ تبارک و تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ﴿اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ ترجمہ: تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(الأعراف:55، آسان ترجمہ قرآن)

وضاحت: مذکورہ آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آہستہ دُعاء کرنے کا حکم دیا ہے

اور آمین کہنا بھی ایک دُعاء ہے، چنانچہ:

(1)حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آمین کہنا دُعاء ہے۔(بخاری:1/156)

(2)حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعاء پر جو آمین کہا تھا اُس کو بھی قرآن کریم میں ”دُعاء“ قرار دیا گیا ہے۔(یونس:89)(تفسیر بغوی)

(3)آمین کا معنی ہی دُعاء کے ہیں، چنانچہ اس کے معنی ”اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ“ کے ہیں، یعنی اے اللہ! سن لیجئے اور قبول فرمالیجئے۔

لہٰذا مذکورہ بالا وجوہات کی بنیاد آمین بھی قرآن کریم کے مطابق آہستہ اور خفیہ کہنا چاہیئے تاکہ دُعاء کے اَدب کا لحاظ اور اُس کی رِعایت کی جاسکے۔

② اللہ تبارک وتعالیٰ کا اِرشاد ہے:

﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ﴾

ترجمہ: اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتا ہوا اور ڈرتا ہوا یاد کرتا رہ اور صبح اور شام بلند آواز کی نسبت ہلکی آواز سے۔(الأعراف:205،ترجمہ احمد علی لاہوری)

وضاحت:

لفظِ آمین کو اللہ کے ناموں میں سے ایک نام بھی کہا گیا ہے، چنانچہ کئی روایات میں ہے:”آمِينَ:اسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ“یعنی آمین اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:7971)پس گویا آمین کہنے والا اللہ کا ذکر کرتا ہے اور ذکر میں اصل ”اِخفاء“ یعنی ہلکے ذکر کرنا ہے، چنانچہ مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے آہستہ ذکر کرنے کا حکم دیا ہے، پس اِس سے معلوم ہوا کہ آمین آہستہ کہنا چاہیئے تاکہ ذکر کے اَدب کا لحاظ اور اُس کی رِعایت کی جاسکے۔

حضرت فخر الدّین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر:

علّامہ فخر الدّین رازی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شافعی المسلک ہیں، اُنہوں نے آمین کے بارے میں اِسی مذکورہ بالا تحقیق کو بڑے اچھے اور عُمدہ انداز میں پیش کیا ہے، جو اُن ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

”فِي قَوْلِهِ:«آمِينَ»وَجْهَانِ:أَحَدُهُمَا: أَنَّهُ دُعَاءٌ. وَالثَّانِي: أَنَّهُ مِنْ أسماء اللَّهِ، فَإِنْ كَانَ دُعَاءً وَجَبَ إِخْفَاؤُهُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى:ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً وَإِنْ كَانَ اسْمًا مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَجَبَ إِخْفَاؤُهُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى:﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيفَةً﴾فَإِنْ لَمْ يَثْبُتِ الْوُجُوبُ فَلَا أَقَلَّ مِنَ النَّدْبِيَّةِ وَنَحْنُ بِهَذَا الْقَوْلِ نَقُولُ“۔(تفسیر کبیر للرازی:14/282)

ترجمہ: آمین کے بارے میں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ یہ دُعاء ہے اور دوسرا یہ کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، پس اگر یہ دُعاء ہے تو اس کو ہلکی آواز میں پڑھنا واجب ہے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:”تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو“ اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے تب بھی اس کو ہلکی آواز میں پڑھنا واجب ہے، اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:”اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتا ہوا اور ڈرتا ہوا یاد کرتا رہ“۔ پس اگر (آمین کو آہستہ کہنے کا) وجوب ثابت نہ بھی ہو تب بھی یہ مستحب ہونے سے کم تو نہیں ہوگا، اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔

❷دوسری دلیل: بخاری شریف:

①”عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ، هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لاَ تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلاَ غَائِبًا، إِنَّهُ مَعَكُمْ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ، تَبَارَكَ اسْمُهُ وَتَعَالَى جَدُّهُ»"۔(بخاری:2992)

ترجمہ:حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (ایک سفر میں) تھے، پس جب ہم کسی وادی کے قریب پہنچے تو ہم نے بلند آواز میں تہلیل اور تکبیر کہنی شروع کردی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اِرشاد فرمایا:اے لوگو! اپنی جانوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو، کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب ذات کو نہیں پکارتے ہو، بیشک وہ تمہارے ساتھ ہے، بیشک وہ سننے والا اور بہت قریب ہے،اُس کا نام بہت ہی بابرکت اور اُس کی شان بہت بلند و بالا ہے۔

وضاحت:آمین بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور اُس کا ذکر کرنے ہی کی ایک صورت ہے ،اِس میں بھی اِس ادب کو ملحوظ رکھنا چاہیئے تاکہ کسی قسم کی بے ادبی اور کوتاہی کا معاملہ پیش نہ آئے۔

②"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ:أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِذَا قَالَ الإِمَامُ: {غَيْرِ المَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ} فَقُولُوا:آمِينَ"۔(بخاری:782)

ترجمہ:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:جب اِمام"غَيْرِ المَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ" کہے تو تم آمین کہا کرو۔

وضاحت:مذکورہ حدیث سے اِمام کا آہستہ آواز میں آمین کہنا ثابت ہوتا ہے اِس لئے کہ اس حدیث میں مقتدی کیلئے آمین کہنے کا وقت یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب اِمام

سورۃ الفاتحہ ختم کرے تو تم آمین کہا کرو، یہ نہیں کہا گیا کہ جب اِمام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ اِمام چونکہ آہستہ آمین کہتا ہے اِس لئے تمہیں اُس کے آمین کہنے کا پتہ نہیں چلے گا لہٰذا تم اِمام کے سورۃ الفاتحہ ختم کرنے پر آمین کہہ دیا کرو۔

③ تیسری دلیل: ابوداؤد:

”عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ، وَعِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ،أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ :سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ، وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ {غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ}فَحَفِظَ ذَلِكَ سَمُرَةُ وَأَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَتَبَا فِي ذَلِكَ إِلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ فِي كِتَابِهِ إِلَيْهِمَا أَوْ فِي رَدِّهِ عَلَيْهِمَا: أَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ“۔(ابوداؤد:779)

ترجمہ: حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت سمُرہ بن جندب اور حضرت عِمران بن حصین رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کا باہمی مذاکرہ ہورہا تھا، حضرت سمُرہ بن جندب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا کہنا یہ تھا کہ اُنہوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دو سکتے یاد کیے ہیں(یعنی نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دو مرتبہ ٹھہرا کرتے تھے)ایک سکتہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد اور دوسرا سکتہ اُس وقت جبکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّالِّينَ“ پڑھ کر فارغ ہوجاتے۔حضرت سمُرہ بن جندب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو یہ سکتے یاد تھے لیکن حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے (یہ یاد نہ ہونے کی وجہ سے)اِن سکتوں کا اِنکار کیا، پس دونوں نے اپنے اِس اختلاف کو حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے پاس(فیصلہ کیلئے) لکھ کر بھیجا، حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے جواب میں فرمایا کہ حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے صحیح یادرکھا ہے۔

وضاحت: حدیثِ مذکور میں اِس بات کی صراحت موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرتے ہوئے "وَلَا الضَّالِّينَ" سے فارغ ہو کر سکتہ یعنی توقّف فرمایا کرتے تھے، اگر آپ کا آواز سے آمین کہنے کا معمول ہوتا تو صحابی اُس کو بھی سکتے سے پہلے ضرور ذکر کرتے، لیکن حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں اِس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ باآوازِ بلند آمین نہیں کہا کرتے تھے۔

❹چوتھی دلیل: مُسند احمد:

"عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ يُحَدِّثُ، عَنْ وَائِلٍ،أَوْ سَمِعَهُ حُجْرٌ، مِنْ وَائِلٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ:صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَرَأَ:{غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ}قَالَ:"آمِينَ" وَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ "۔(مسند احمد:18854)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور جب سورہ فاتحہ ختم کی تو آہستہ آواز میں آمین کہا۔

❺پانچویں دلیل: مُستدرکِ حاکم:

"عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالَ:{غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ}قَالَ: «آمِينَ»يَخْفِضُ بِهَا صَوْتَهُ"۔(مستدرکِ حاکم:2913)

ترجمہ: حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے اُنہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ ﷺ نے جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہا تو آہستہ آواز میں آمین کہا۔

اِمام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے اِسے شیخین کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے اور اِمام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی صحت کی تصدیق فرمائی ہے۔

❻ چھٹی دلیل: مسند ابوداؤد طیالسی:

”حَدَّثَنَا شُعْبَةُ،قَالَ:أَخْبَرَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ،قَالَ:سَمِعْتُ حُجْرًا أَبَا الْعَنْبَسِ قَالَ:سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ، يُحَدِّثُ عَنْ وَائِلٍ، وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ وَائِلٍ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَرَأَ{غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ}قَالَ:«آمِينَ»خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ“۔(مسند ابوداؤد الطیالسی:1117)

ترجمہ: حضرت شُعبہ سے مَروی ہے کہ سلمہ بن کُہیل فرماتے ہیں کہ میں نے حُجر ابو العنبَس سے سنا ہے وہ فرمارہے تھے کہ میں نے علقمہ بن وائل سے سنا، وہ (اپنے والد) حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں جبکہ (حضرت حُجر ابوالعنبَس کے قول کے مطابق) میں نے خود بھی حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورۃ الفاتحہ کے اختتام پر) ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ پڑھا تو آہستہ آواز میں آمین کہا۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور شُعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کا تعارض:

حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت حدیث کی کئی معتبر کتابوں میں موجود ہے، اِس کو حضرت سُفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اِمام شُعبہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں ہی نے نقل کیا ہے، حضرت شُعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں آمین آہستہ کہنے کا تذکرہ ہے جبکہ حضرت سُفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ زور سے آمین کہنا نقل کرتے ہیں، اور دونوں ہی کی روایت کردہ حدیث صحیح ہے، اس میں صحت و ضعف کا کوئی فرق نہیں، لہٰذا روایات کے اِس تعارض کو دور

کرنے کیلئے ترجیح کے طریقے پر عمل کیا گیا ہے، آمین بالجہر کے قائلین نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو ترجیح دی ہے جبکہ آمین بالسّر کے مسلک کو اختیار کرنے والے اِمام شُعبہ کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔

﴿آمین بالسّر کی روایت کے راجح ہونے کی وجوہات﴾

حضرت شُعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت جس میں آمین کا سراًہونا مذکور ہے، اُس کے راجح ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

(1) آمین کے آہستہ کہنے کی روایت اَوفَق بالقرآن یعنی قرآن کریم کے زیادہ مطابق ہے، اِس لئے کہ "آمین" بالاتفاق ایک دُعائیہ کلمہ ہے اور دُعاء کے بارے میں قرآن کریم کا حکم یہ ہے کہ اُسے آہستہ مانگنا چاہیئے، پس اِسی لئے آمین کا کلمہ بھی آہستہ ہی کہنا چاہیئے۔

(2) آمین کے آہستہ کہنے پر بہت سے صحابہ کرام حتی کہ خلفاء راشدین اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور تابعین کا بھی عمل ہے جو خود ایک بہت بڑی وجہ ترجیح ہے جس سے حضرت شُعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی آمین بالسّر کی روایت کا راجح ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زور سے آمین کہنا تعلیم و تلقین کیلئے یعنی سکھانے کیلئے تھا، مستقل عادتِ شریفہ نہیں تھی، چنانچہ خود صحابیِ رسول حضرت ابووائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اس کی صراحت کی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: **"فَقَالَ: «آمِينَ» يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ مَا أَرَاهُ إِلَّا يُعَلِّمُنَا"** یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورۃ الفاتحہ کے بعد) بلند آواز سے آمین کہا، جس کے بارے میں میرا خیال یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھانے کیلئے زور سے آمین کہا تھا۔ (الکنیٰ و الاسماء للدولابی: 1090)

اِسی طرح حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں ہے: "فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ: «آمِينَ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ" کے الفاظ مروی ہیں، یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الفاتحہ سے فارغ ہوئے تو تین مرتبہ آمین کہا۔(طبرانی کبیر:22/22)

غور کیجئے! مذکورہ روایت کا اِس کے علاوہ کوئی مطلب نہیں کہ یہ تین مرتبہ آمین کہنا لوگوں کو تعلیم دینے اور اُنہیں سکھانے کیلئے تھا، پس جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلافِ معمول ایک سے زائد مرتبہ آمین کہنا لوگوں کو سکھانے کیلئے تھا اِسی طرح خلافِ معمول آواز سے آمین کہنا بھی تعلیم و تلقین کیلئے تھا، کوئی مستقل عادتِ شریفہ نہیں تھی، ورنہ ان روایاتِ جہریہ کے ہوتے ہوئے حضرت عُمر، حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کے سراً آمین کہنے کا کیا مطلب ہو گا۔

(4) آمین کے زور سے کہنے کا مطلب بہت زیادہ اونچی آواز کے ساتھ آمین کہنا نہیں بلکہ اس سے "جہرِ خفیف" یعنی ہلکی آواز سے آمین کہنا مراد ہے جو سراً آمین کہنے کے خلاف نہیں، اور اس کی تائید کئی روایات سے ہوتی ہے، چنانچہ ابوداؤد شریف کی ایک روایت ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آمین کہنے کی کیفیت کو یوں بیان کیا گیا ہے: "حَتَّى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الفاتحہ کے اختتام پر اتنی آواز سے آمین کہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل پہلی صف کے کچھ لوگوں نے سنا۔(ابوداؤد:934)

روایتِ مذکورہ میں "مِنْ" تبعیضیہ یعنی بعضیت کو بیان کرنے کیلئے ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ "پہلی صف کے کچھ لوگوں نے سنا" پوری صف کے لوگوں کا سننا مراد نہیں، کیونکہ اگر یہ تبعیض کیلئے نہ ہو اور مطلب یہ لیا جائے کہ پہلی صف کے تمام لوگوں نے

سن لیا تو یہ درست نہ ہو گا کیونکہ یہ کیسے مُمکن ہو سکتا ہے کہ پہلی صف میں دور تک دائیں بائیں جانب کے تمام لوگوں نے تو سن لیا ہو لیکن اِمام کے بالکل پیچھے قریب کے دوسری صف میں کھڑے ہوئے لوگوں تک بھی آواز نہ پہنچی ہو۔اِسی طرح ایک روایت میں ہے: "حَتَّی یُسْمِعَ مَنْ یَلِیهِ" یعنی آپ ﷺ اِتنی آواز سے آمین کہتے کہ اپنے سے متصل لوگوں کو سنا دیا کرتے تھے۔(مصنّف عبد الرزاق:2632)

پس اِن روایات کی روشنی میں روایاتِ جہریہ کا مطلب بھی "جہرِ خفیف" ہی لیا جائے گا اور یہ نبی کریم ﷺ کا یہ عمل بھی لوگوں کو تعلیم دینے اور سکھانے کیلئے تھا۔پس اِس طرح روایات کا باہمی تضاد بھی باقی نہ رہے گا، حضرات صحابہ کرام کے عمل کی اتباع بھی ہو جائے گی اور دُعاء کا جو اصل ادب ہے اُس کی رعایت بھی ہو سکے گی۔

﴿حضرت شُعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر وارد ہونے والے اِشکالات اور اُن کے جوابات﴾

اِمام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے وائل بن حجر کی مذکورہ روایت جو کہ اِمام شُعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے اسے اِمام شُعبہ کا وہم قرار دیا ہے اور اس کے مدِّ مقابل حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کر کے اُس کو اَصح یعنی زیادہ صحیح قرار دیا ہے جس میں "وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ" کے الفاظ مَنقول ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ اِمام شُعبہ رحمۃ اللہ علیہ بخاری و مُسلم اور سنن اربعہ کے مشہور حافظ، متقن اور بالاتفاق ثقہ راوی ہیں، یہاں تک کہ اُنہیں اَمیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب بھی دیا گیا ہے۔اور ثقہ راوی کی جانب سے ہونے والی زیادتی خواہ وہ سند میں ہو یا متن میں، فقہاء و محدّثین سب کے نزدیک مقبول اور قابلِ تسلیم ہوتی ہے، پس ایسے میں شُعبہ جیسے ثقہ راوی کی زیادتی کیوں قبول نہیں ہو گی۔

اِمام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شُعبہ کی مذکورہ روایت پر جو اِشکالات ذکر کیے ہیں اُن کی تفصیل مع جوابات ملاحظہ فرمائیں:

پہلا اِشکال: حضرت شُعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے سَند میں حضرت حُجر رحمۃ اللہ علیہ کو "ابو العَنبس" کہا ہے جبکہ حقیقت میں یہ لفظ "ابو العَنبس" نہیں "حُجر بن عَنبس" ہے، بلکہ حضرت حُجر کی کنیت تو "ابو السَّکن" ذکر کی گئی ہے۔

جواب: حضرت حُجر کی کنیت میں "ابو العَنبس" کو غلط کہنا درست نہیں، اِس لئے کہ کئی محدّثین نے ان کی کنیت میں "ابو العَنبس" کا لفظ ذکر کیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حُجر کی کنیت "ابو العَنبس" ذکر کی ہے، چنانچہ اُن کی کتاب تہذیب التہذیب میں دیکھئے:۔(تہذیب التہذیب:215/2)

علاوہ ازیں حضرت حُجر کی کنیت "ابو العَنبس" کو صرف حضرت شُعبہ رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ذکر نہیں کیا بلکہ اور بھی کئی راویوں نے ان کی یہ کنیت ذکر کی ہے، چنانچہ حضرت محمد بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت وَکیع رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مُحاربی رحمۃ اللہ علیہ یہ سب ایسے راوی ہیں جنہوں نے حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کرتے ہوئے حضرت حُجر رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت "ابو العَنبس" ہی ذکر کی ہے، جن کی تفصیل کیلئے بیہقی، دار قطنی اور ابوداؤد کی روایات کو دیکھا جاسکتا ہے، بلکہ ابوداؤد میں خود حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بھی حضرت حُجر کی کنیت "ابو العَنبس" ہی ذکر کی گئی ہے، لہٰذا صرف حضرت شُعبہ پر یہ اعتراض کیسے کیا جاسکتا ہے کہ اُن سے حضرت حُجر کی کنیت کو ذکر کرنے میں وَہم ہوا ہے۔

باقی رہا یہ کہنا کہ اُن کی کنیت "ابو السکن" ذکر کی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اِس لئے کہ ایک ہی شخص کی دو یا اس سے بھی زائد کنیتیں بھی

ہو سکتی ہیں، چنانچہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو "اَبو الحَسن" بھی کہا جاتا ہے اِسی طرح اُنہیں "اَبو التّراب" بھی کہتے ہیں، پس اِسی طرح حضرت حُجر رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت جس طرح "ابو العَنبس" تھی اِسی طرح اُنہیں "ابو السکن" بھی کہا جاتا تھا، فلا اِشکال۔

دوسرا اِشکال: حضرت شُعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حُجر اور وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ کے درمیان "علقمہ" کا واسطہ بھی ذکر کیا ہے، حالآنکہ یہ واسطہ ذکر کرنا درست نہیں کیونکہ حضرت حُجر نے یہ روایت براہِ راست وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

جواب: حضرت حُجر کی یہ روایت دونوں سے منقول ہے، اوّلاً اُنہوں نے حضرت علقمہ کے واسطہ سے یہ روایت نقل کی تھی اور پھر بعد میں اُنہوں نے براہِ راست حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت سن لی تھی اِس طرح اُن کی سند عالی ہو گئی تھی، لہٰذا اُن کی یہ روایت براہِ راست بھی مَروی ہے اور علقمہ کے واسطہ سے بھی، چنانچہ مسند احمد اور مسند ابو داؤد طیالسی کی روایت جو ما قبل ذکر کی گئی ہے اُس میں یہ روایت دونوں طرح سے منقول ہے، اور اس میں اس کی صَراحت بھی موجود ہے کہ یہ روایت اُنہوں نے حضرت عَلقمہ سے بھی سنی ہے اور حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ سے براہِ راست بھی سماع کیا ہے، فلا اِشکال۔ (مسند احمد: 18854) (مسند ابو داؤد الطیالسی: 1117)

تیسرا اِشکال: حضرت شُعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے "خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ" کے الفاظ نقل کیے ہیں، جبکہ صحیح لفظ "مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ" ہے، جیسا کہ حضرت سفیان نے نقل کیا ہے۔

جواب: یہ کہنا توبعینہٖ اپنے دعوے کو دلیل میں پیش کرنا ہے، کیونکہ یہی تو وہ متنازع فیہ معاملہ ہے جس میں حضرت سفیان اور حضرت شُعبہ رحمۃ اللہ علیہما کی روایات کا تعارض ہے

پس اِس کو اعتراض میں کیسے پیش کیا جاسکتاہے،اِس لئے کہ پھر یہی بات فریقِ مُخالف حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے بارے میں بھی کہہ سکتاہے۔

﴿ خلفاءِ راشدین اور دیگرصحابہ کرام کا عمل ﴾

⑦ساتویں دلیل:حضرت عُمراور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا عمل:

”عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ:كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ لَا يَجْهَرَانِ بِ{بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ}وَلَا بِالتَّعَوُّذِ,وَلَا بِالتَّأْمِيْنِ“۔(شرح معانی الآثار:1208)

ترجمہ:حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ حضرت عمراور علی رضی اللہ عنہما تسمیہ ، تعوذ اور آمین بلند آواز میں نہیں کہا کرتے تھے۔

”عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:قَالَ عُمَرُ:أَربَعٌ يُخفَيْنَ عَنِ الْإِمَامِ: التَّعَوُّذُ،وَبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ،وَ آمِيْن،وَاَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ“۔(کنزالعمال:22893)

ترجمہ:حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں کہ چار چیزیں امام آہستہ کہے گا: تعوّذ،تسمیہ ،آمین اور اللّٰھم ربنا لك الحمد۔

⑧آٹھویں دلیل:حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل:

”عَنْ أَبِي وَائِلٍ،قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ، وَابْنُ مَسْعُودٍ لَايَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ،وَلَا بِالتَّعَوُّذِ، وَلَا بِآمِينَ“۔(طبرانی کبیر:9304)

ترجمہ:حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما تسمیہ تعوّذ اور آمین کو بلند آواز سے نہیں کہا کرتے تھے۔

⑨نویں دلیل:حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول و عمل:

مصنّف عبد الرزاق میں ہے:"عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:خَمْسٌ يُخْفِينَّ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَالتَّعَوُّذُ، وَبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَآمِيْنَ، وَاللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ"۔(مصنف عبدالرزاق:2597)

ترجمہ: مشہور تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پانچ چیزیں آہستہ آواز میں کہیں گے: ثناء، تعوذ، تسمیہ، آمین اور تحمید۔

"عَنْ إِبْرَاهِيمَ،قَالَ:أَرْبَعٌ لَا يَجْهَرُ بِهِنَّ الْإِمَامُ:بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَالِاسْتِعَاذَةُ، وَآمِيْنَ، وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ"۔(مصنف ابن ابی شیبہ:8848)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: چار چیزیں ایسی ہیں جن کو امام اونچی آواز سے نہیں کہے گا: تسمیہ، تعوّذ، آمین اور تحمید۔

"عَنْ مَنْصُورٍعَنْ إِبْرَاهِيمَ:أَنَّهُ كَانَ يُسِرُّ آمِينَ"حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ آمین آہستہ کہا کرتے تھے۔(مصنّف عبد الرزاق:2635)

☆..................☆..................☆

﴿چوتھا مسئلہ﴾

20 رَکعات تَراویح

20رکعت تراویح اُمّت کا ایک اجماعی اور اِتفاقی مسئلہ ہے، اِس میں 8رکعات کا قول اختیار کرنا کسی بھی اِمام کا مسلک نہیں اور نہ ہی صحابہ و تابعین اور فقہاء و مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم میں کبھی اِس کا کوئی قائل رہا ہے، لہٰذا اس مسئلہ کو محض فقہی اور مسلکی اختلاف کی نوعیت نہیں دی جاسکتی، اِس لئے کہ یہ اِجماعِ اُمّت کی صریح خلاف ورزی اور سَوادِ اَعظم کی کھلی مُخالفت ہے، اِس کی وجہ سے روزانہ تَراویح کی 12رکعات ترک کرنے کا گناہ ہوتا ہے، جس سے اجتناب ضروری ہے۔

اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تَراویح کی رکعات کے بارے میں دو قول منقول ہیں: ایک قول جمہور کے مطابق یہ ہے کہ وتر کے علاوہ تَراویح کی 20رکعات ہیں جبکہ دوسرا قول وتر کے علاوہ 36 رکعات کا ہے۔ اِمام ابو حنیفہ، اِمام شافعی اوراِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک وتر کے علاوہ تراویح کی بیس رکعات ہیں۔(بدایۃ المجتہد:1/219)(شامیہ:2/45)

اِس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تراویح کی صرف 8ہی رکعات ہیں، یہ جمہور صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، فقہاء و محدّثین، ائمہ اربعہ و مجتہدینِ امّت، شرق و غرب کے تمام اہلِ علم کے اتفاق اور اِجماع کے سر اسر خلاف ہے، جس کی دلائل کے اعتبار سے کوئی قوّت اور حیثیت نہیں۔ ایک اَدنیٰ عقل و دانش کا حامل شخص بھی اِس حقیقت کو بخوبی جانتا اور سمجھتا ہے کہ جس مسئلہ پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اِجماع ہو، ائمہ اربعہ اُس مسئلہ پر متفق ہوں، اور ہر زمانے کے فقہاء و محدّثین اُس کے قائل رہے

ہوں، اور اس میں کسی کا کبھی کوئی اختلاف نہ رہا ہو، نیز اُس مسئلہ کو ابتداء ہی سے تلقّی بالقبول یعنی اُمّت میں عمومی قبولیت کا درجہ حاصل رہا ہو اُس کی مُخالفت کرتے ہوئے اپنی رائے کو دین و شریعت کی حیثیت دینا سوائے ضلالت و گمراہی کے کیا ہو سکتا ہے۔

ذیل میں **20** رکعات تراویح کے واضح دلائل ذکر کیے جارہے جس کو تعصّب کی عینک اُتار کر پڑھیے اور آنے والے دلائل پر غور کیجئے، اِن شاء اللہ حق بات کے سمجھنے میں کوئی رُکاوٹ نہیں رہے گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

❶ پہلی دلیل: نبی کریم ﷺ کا عَمل:

①**عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ**۔(طبرانی کبیر: 12102)(ابن ابی شیبہ: 7692)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان میں **20** رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: یہ حدیثِ مَرفوع ہے، اِس کے راویوں میں سوائے "اِبراہیم بن عُثمان" کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور اِبراہیم بن عُثمان بھی متفقہ طور پر ضعیف نہیں ہیں، بلکہ بعض حضرات کی جانب سے اُن کی توثیق بھی کی گئی ہے، لہٰذا صرف ایک مذکورہ راوی کی وجہ سے حدیث کو ناقابلِ اِعتبار نہیں قرار دیا جاسکتا۔ علاوہ اَزیں بہت سی دیگر احادیثِ صحیحہ اور آثارِ قویّہ (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے) سے اِس مذکورہ روایت کی تائید بھی ہوتی ہے جن میں صراحۃً تراویح کا **20** رکعت ہونا بیان کیا گیا ہے، اور اِس سب سے بڑھ کر جمہور صحابہ کرام رِضوان اللہ علیہم اَجمعین کا **20** رکعت تَراویح پر تعامل اور اِتفاق اِس روایت کی صحت کی بہت بڑی دلیل ہے جس کے بعد اِس روایت پر کوئی کلام

کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔(اِعلاء السنن:7/82)

علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بعض حضرات نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اِس حدیث کو جو ضعیف قرار دیا ہے وہ کسی بھی طرح دُرست نہیں، اِس لئے کہ جب اِس حدیث کے مطابق حضرات صحابہ کرام رِضوان اللہ علیہم اَجمعین کا اِجماع منقول ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اور صحابہ کرام کا بغیر کسی انکار و نکیر کے اس حدیث کو قبول کرنا منقول ہے تو حدیث کا ضعف کہاں باقی رہ سکتا ہے، اِس لئے بہر حال یہی کہا جائے گا کہ یہ حدیث ضعیف ہونے کے باوجود حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِجماع کی وجہ سے قوی ہو گئی ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا بلاشبہ درست ہے۔(منحۃ الخالق علی البحر الرائق:2/72)

②عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسَ أَرْبَعَةً وَعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَأَوْتَرَ بِثَلَاثَةٍ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المُبارک کی ایک رات (اپنے حجرہ سے) نکلے اور لوگوں کو **4** رکعت (فرض نماز) **20** رکعت (تَراویح) اور **3** رکعت وِتر پڑھائی۔(أخرجہ حمزۃ السہمی الجرجانی فی تاریخہ:317)

❷دوسری دلیل: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل:

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ،عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ:أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ۔(مصنف ابن ابی شیبہ:7688)

ترجمہ: حضرت عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ ایک بہت مشہور اور بڑے تابعی ہیں اور اُن کا شمار کِبار تابعین میں ہوتا ہے، وہ) فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو اِس حالت میں

پایا ہے کہ وہ 23رکعتیں وتر سمیت تراویح پڑھتے تھے۔

❸ تیسری دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

①عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ،أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔(ابن ابی شیبہ:7682)

ترجمہ: حضرت یحیٰ ابن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو 20رکعت تَراویح پڑھائے۔

②عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ أَنَّهُ قَالَ:كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ رَكْعَةً فِيْ رَمَضَانَ۔(مؤطامالک:281)

ترجمہ: حضرت یزید بن رُومان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رَمضان کے اندر (وتر سمیت) 23رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

③عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ:كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً، قَالَ:وَكَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمَئِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عِصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ۔(سنن بیہقی:2/698)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان المبارک کے اندر 20رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں شدّتِ قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔

❹ چوتھی دلیل: حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا عمل:

①عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ : دَعَا الْقُرَّاءَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔(سنن بیہقی:2/699)

ترجمہ: حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے رمضان المبارک میں قرّاء (اچھا پڑھنے والوں) کو بلایا اور اُن میں سے ایک قاری کو حکم دیا کہ لوگوں کو 20 رکعت تراویح پڑھاؤ۔

④عَنْ أَبِي الْحَسْنَاءِ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِب أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً۔(سنن بیہقی:2/699)(ابن ابی شیبہ:7681)

ترجمہ: حضرت ابو الحسناء رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان میں پانچ ترویحات یعنی 20 رکعات پڑھایا کرے۔

⑤پانچویں دلیل: حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا عَمل:

صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا جو مَقام و مَرتبہ ہے وہ دین کے کسی اَدنیٰ طالبِ علم سے بھی مَخفی اور پوشیدہ نہیں، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سفر و حضر کے ساتھی، آپ کے انتہائی قریب رہنے والے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کئی طرح کی خدمات کی ذمّہ داری کو بحُسن و خوبی نبھانے والے یہ وہ مشہور جلیل القدر صحابی ہیں جن کے تفقّہ اور دین کی سمجھ بوجھ کا یہ عالَم تھا کہ صحابہ کرام اپنے مسائل میں اِن کی جانب رجوع فرمایا کرتے تھے۔ اُن کے نزدیک بھی تَراویح کی رکعات 20 ہی تھیں، چنانچہ وہ خود بھی اِسی پر عمَل کرتے ہوئے رمضان کے مہینہ میں 20 رکعات تَراویح پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت زید بن وھب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُصَلِّي بِنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ“ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ ہمیں رمضان کے مہینہ میں تَراویح پڑھایا کرتے تھے۔ اور اِس کی مِقدار اِمام اَعمَش رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”كَانَ يُصَلِّي عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ“ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

20 رکعت تَراویح اور تین رکعت وِتر پڑھایا کرتے تھے۔(أخرجہ محمّد بن نصر المَروَزی فی قیام اللیل و قیامِ رَمضان:221)(عُمدۃ القاری:11/127)

❻ چھٹی دلیل: حضرت اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا عَمل:

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ:كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:7684)

ترجمہ: حضرت عبد العَزیز بن رُفیع رَحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منوّرہ میں حضرت اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ لوگوں کو ماہِ رَمضان میں 20 رکعت تَراویح اور تین رکعت وِتر پڑھایا کرتے تھے۔

❼ ساتویں دلیل: حضرات تابعین رَحمۃُ اللہِ علیہم کا عَمل:

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ:كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً،قَالَ:وَكَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمَئِينِ،وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عِصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ۔(سنن بیہقی:2/698)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مَروی ہے کہ لوگ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے دورِ خلافت میں رمضان المبارک کے اندر 20 رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے دور میں شدّتِ قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔

❽ آٹھویں دلیل: حضرت حارِث رَحمۃُ اللہِ علیہ کا عَمل:

عَنِ الْحَارِثِ:أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً،وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ، وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ۔(ابن ابی شیبہ:7685)

ترجمہ : حضرت حارث رَحمۃُ اللہِ علیہ سے مَروی ہے کہ وہ رمضان میں لوگوں کو 20 تراویح اور 3 وتر پڑھاتے تھے اور رُکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے۔

⑨ نویں دلیل: حضرت ابو البختری رحمۃ اللہ علیہ کا عمل:

عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ:أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ فِي رَمَضَانَ، وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ۔(ابن ابی شیبہ:7686)

ترجمہ: حضرت اَبو البختری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے خاص اَصحاب میں سے ہیں، اُن کے بارے میں آتا ہے کہ وہ رمضان المُبارک میں 5 تَرویحے (یعنی 20 رَکعات) اور 3 رکعات وِتر پڑھایا کرتے تھے۔

⑩ دَسویں دلیل: حضرت علی بن رَبیعہ رحمۃ اللہ علیہ کا عَمل:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدٍ،أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ۔(مصنف ابن ابی شیبہ:7690)

ترجمہ: حضرت سعید بن عُبید فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ربیعہ لوگوں کو رمضان المبارک میں 5 ترویحے (یعنی بیس رکعت) اور 3 رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

⑪ گیارہویں دلیل: حضرت شُتیر بن شَکل رحمۃ اللہ علیہ کا عَمل:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ،عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ:أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْر۔(مصنف ابن ابی شیبہ:7680)

ترجمہ: حضرت شُتیر بن شکل، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے، رمضان المبارک میں لوگوں کو 20 رکعت تراویح اور وتر پڑھایا کرتے تھے۔

⑫ بارہویں دلیل: حضرت سُوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ کا عَمل:

أَبُو الْخَصِيْبِ قَالَ:كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ فِي رَمَضَانَ فَيُصَلِّي خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔(سنن بیہقی:2/698)

ترجمہ: حضرت ابو الخصیب کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ ہمیں رمضان میں

نماز پڑھاتے تھے، پس 5 ترویحے یعنی 20 رکعتیں پڑھاتے تھے۔

⓭ تیرہویں دلیل: حضرت ابنِ ابی مُلیکہ رحمۃ اللہ علیہ کا عَمل:

”عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ:كَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يُصَلِّي بِنَا فِي رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً“۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:7683)

ترجمہ: حضرت نافع بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت ابنِ ابی مُلیکہ رحمۃ اللہ علیہ ہمیں رَمضان میں 20 رکعت تَراویح پڑھایا کرتے تھے۔

⓮ چودھویں دلیل: فقہاء کرام اور محدّثینِ عظام کے فتاویٰ:

❁ اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَرَأَيْتُهُمْ بِالْمَدِينَةِ يَقُومُونَ بِتِسْعٍ وَثَلَاثِينَ، وَأَحَبُّ إِلَيَّ عِشْرُونَ؛ لِأَنَّهُ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ وَكَذَلِكَ يَقُومُونَ بِمَكَّةَ وَيُوتِرُونَ بِثَلَاثٍ“

میں نے لوگوں کو مدینہ منوّرہ میں دیکھا ہے کہ وہ 39 رکعات تَراویح پڑھتے ہیں، جبکہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ 20 رکعت پڑھی جائے،اِس لئے کہ یہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے، اور مکہ مکرّمہ کے رہنے والے بھی 20 رکعت تَراویح اور 3 رکعت وِتر پڑھتے ہیں۔(کتاب الاُمّ:1/167)

❁ اِمام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَأَكْثَرُ أَهْلِ العِلْمِ عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِينَ رَكْعَةً“

یعنی تراویح کے 20 رکعت ہونے پر اکثر اہلِ علم کا عمل ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مَروی ہے۔(ترمذی:806)

❋ محدّثِ عظیم، شارحِ مُسلم علّامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مَذْهَبُنَا أَنَّهَا عِشْرُونَ رَكْعَةً بِعَشْرِ تَسْلِيمَاتٍ غَيْرَ الْوِتْرِ وَذَلِكَ خَمْسُ تَرْوِيحَاتٍ وَالتَّرْوِيحَةُ أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيمَتَيْنِ هَذَا مَذْهَبُنَا وَبِهِ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ وَأَحْمَدُ وَدَاوُد وَغَيْرُهُمْ وَنَقَلَهُ الْقَاضِي عِيَاضٌ عَنْ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ"

تَراویح کی رکعات کے بارے میں ہمارا مسلک یہ ہے کہ وہ وِتر کے علاوہ 20 رکعات ہیں اور وہ 5 ترویحات بنتی ہیں، اِس طرح کہ ہر ایک تَرویحہ 2 سلام کے ساتھ 4 رکعت پر مشتمل ہے۔ یہ ہمارا مسلَک ہے، اور اِمام ابو حنیفہ، اُن کے اَصحاب اور اِمام احمد اور داؤد وغیرہ سب کا مسلک بھی یہی ہے، بلکہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے تو اسے جمہور علماء کا مسلَک قرار دیا ہے۔ (المجموع شرح المہذّب:4/32)

❋ علّامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَهُوَ قَوْلُ جمهُور الْعُلَمَاء، وَبِه قَالَ الْكُوفِيُّونَ وَالشَّافِعِيّ وَأَكْثرُ الْفُقَهَاء، وَهُوَ الصَّحِيح عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ مِّنَ الصَّحَابَة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ"۔ (عُمدۃ القاری:11/127)

20 رکعات تَراویح جمہور علماء کا قول ہے، اور یہی کُوفیوں اور اِمام شافعی اور اکثر فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے اور یہی بات صحیح طور پر حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے جس کی صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی مُخالفت نہیں کی۔

❋ علّامہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" فَالْقِيَامُ بِعِشْرِينَ هُوَ الْأَفْضَلُ وَهُوَ الَّذِي يَعْمَلُ بِهِ أَكْثَرُ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّهُ

وَسَطٌ بَيْنَ الْعَشْرِ وَبَيْنَ الْأَرْبَعِينَ"

پس20رکعات تَراویح پڑھنا ہی افضل ہے،اور یہی وہ مسلک ہے جس پر اکثر مسلمان عمل کرتے ہیں ، اِس لئے کہ یہ 10 اور 40 رکعات کے درمیان ایک معتدل اور درمیانہ قول ہے۔(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ:22/272)

❀ علّامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ بِأَقَلَّ مِنْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً فِي التَّرَاوِيْحِ، وَإِلَيْهِ جَمْهُورُ الصَّحَابَةِ، وَقَالَ مَالِكُ بنُ أَنَسٍ بِستَّةٍ وَّثَلَاثِيْنَ رَكْعَةً فَإِنَّ تَعَامُلَ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ أَنَّهُمْ كَانُوا يَرْكَعُونَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ اِنْفِرَاداً فِي التَّرْوِيْحَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ مَكَّةَ فَكَانُوا يَطُوْفُونَ بِالْبَيْتِ فِي التَّرْوِيْحَاتِ"

ائمہ اَربعہ میں سے کوئی بھی 20 رکعت تَراویح سے کم کا قائل نہیں، اور یہی جمہور صحابہ کرام رِضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسلک ہے۔اِمام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تَراویح کی36رکعت رکعتیں ہیں،اِس لئے کہ مدینہ منوّرہ کے لوگوں کا عمل یہ تھا کہ وہ ہر تَرویحہ (یعنی چار رکعات) کے بعد اِنفرادی طور پر4 رکعت پڑھا کرتے تھے،اور مکہ مکرّمہ کے لوگ تَرویحات میں بیت اللہ شریف کا طَواف کیا کرتے تھے۔(العَرف الشذی:2/208)

❀ علّامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَالصَّحِيحُ قَوْلُ الْعَامَّةِ لِمَا رُوِيَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَمَعَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

فَصَلَّى بِهِمْ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَلَمْ يُنْكِرْ أَحَدٌ عَلَيْهِ فَيَكُونُ إجْمَاعًا مِنْهُمْ عَلَى ذَلِكَ''

اور (تَراویح کے بارے میں) صحیح قول اکثر عُلماء کرام کا ہے (یعنی 20 رکعات) اِس لئے کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو رمضان کے مہینہ میں حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء پر جمع کردیا تھا، چنانچہ وہ لوگوں کو ہر رات میں 20 رکعت پڑھاتے، اور اِس پر کسی صحابی نے بھی اُن پر نکیر نہیں کی، لہٰذا یہ صحابہ کرام رِضوان اللہ علیہم اَجمعین کی جانب سے 20 رکعت پر اِجماع ہوگیا۔(بدائع الصنائع:1/288)

﴿8 رکعات تَراویح کے قائلین کے دلائل﴾

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح اور عیاں ہوچکی ہے کہ تَراویح کی 20 ہی رکعات ہیں جس پر دَورِ صحابہ اور بعد کے تمام قرون کے فقہاء و محدّثین نے عمل کیا ہے اور اِسی وجہ سے اُمّت میں اس کو عُمومی قبولیت حاصل ہوئی ہے، تاہم اِس سب کے باوجود ہمارے مُعاشرے کے بعض لوگ اِس متفقہ حقیقت کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں اور وہ تَراویح کی آٹھ رکعت پڑھنے پر ہی مُصر ہیں۔

ذیل میں اُن کے دلائل کے مُختصراً جوابات ذکر کیے جارہے ہیں، تفصیل کیلئے اِس موضوع پر لکھی گئی طویل کتب کا مُطالعہ کیا جاسکتا ہے:

①پہلی دلیل اور اُس کا جواب:

”عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، كَيْفَ كَانَتْ صَلاَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: «مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلاَ فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلاَثًا“۔(بخاری:2013)

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رمضان المُبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور رمضان کے علاوہ میں 11 رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے چار رکعت پڑھتے، اُن 11 رکعتوں کے بارے میں نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین اور کتنی طویل ہوتی تھیں، پھر 11 رکعت پڑھتے، کچھ نہ پوچھو کہ وہ کتنی حَسین اور کتنی طَویل ہوتی تھیں، پھر 3رکعت وِتر پڑھتے تھے۔

آٹھ رکعت تَراویح کے قائلین مذکورہ بالا حدیث سے اِستدلال کرتے ہیں اور اُن کے نزدیک حدیثِ مذکور میں بیان کردہ آٹھ رکعات تَراویح کی بیان کی گئی ہیں۔

جواب: حدیثِ مذکور کے مُختلف جوابات دیے گئے ہیں، ذیل میں بالترتیب اُن کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

(1)—حدیثِ مذکور مضطرب ہونے کی وجہ سے قابلِ اِستدلال نہیں اِس لئے کہ خود

حضرت امّاں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سندِ صحیح کے ساتھ **13** رکعات کی روایت بھی مَروی ہے، چنانچہ علّامہ ابن حجر عَسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أَشْكَلَتْ رِوَايَاتُ عَائِشَةَ عَلَى كَثِيرٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ حَتَّى نَسَبَ بَعْضُهُمْ حَدِيثَهَا إِلَى الِاضْطِرَابِ" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایات (کے اِضطراب) نے بہت سے اہلِ علم کو مُشکل میں ڈال دیا ہے، یہاں تک کہ اُن میں سے بعض نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو مُضطرب قرار دیدیا۔(فتح الباری:3/21)

اب یا تو حدیث کو مُضطرب مانا جائے تو اِستدلال درست نہیں رہتا اور یا اِضطراب کو ختم کرنے اور تطبیق دینے کیلئے یہ کہا جائے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کا اختلاف مختلف اوقات کے اعتبار سے ہے، اِس صورت میں 8 رکعت پر تَراویح کا اِنحصار باقی نہیں رہتا۔

(2)—حدیثِ مذکور میں تہجّد کی رکعات کو بیان کیا گیا ہے، تَراویح کو نہیں، اِس لئے کہ اس میں رمضان اور غیرِ رمضان دونوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ذکر کیا گیا ہے جبکہ تَراویح صرف رمضان میں ہوتی ہے، نیز سائل کا سوال بھی اِس پر دلالت کرنے کیلئے کافی ہے کیونکہ حدیثِ مذکور میں سائل حضرت ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تھا، تَراویح کے بارے میں دریافت نہیں کیا تھا، پس معلوم ہوا کہ یہ تَراویح کا نہیں تہجد کی رکعات کا بیان ہے اور تَراویح الگ چیز ہے

تہجّد الگ چیز ہے۔

(3)۔۔حدیثِ مذکور میں ایک سلام سے **4,4** رکعات پڑھنے کا معمول ذکر کیا گیا ہے جبکہ تَراویح ایک سلام کے ساتھ **2,2** رکعت پڑھی جاتی ہیں، حتی کہ وہ لوگ بھی جو **8** رکعات تَراویح کے قائل اور اُس پر عمل پیرا ہیں وہ بھی ایک سلام کے ساتھ **2** رکعت ہی پڑھتے ہیں، گویا حدیثِ مذکور سے اِستدلال کرنے والوں کا خود بھی اس پر عمل نہیں تو وہ دوسروں پر کیسے اِس حدیث کو حجت کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔

(4)۔۔حدیثِ مذکور میں نبی کریم ﷺ کا اِنفرادی طور پر **8** رکعات پڑھنے کا ذکر ہے، جبکہ تَراویح کی نماز مَساجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کا اِہتمام کیا جاتا ہے، نیز نبی کریم ﷺ نے تین دن جو صحابہ کرام کو تَراویح پڑھائی ہے وہ بھی تو جماعت کے ساتھ ہی تھی، اِس لئے اِس حدیث کو تَراویح پر کیسے محمول کر سکتے ہیں۔

(5)۔۔جمہور مُحدّثین کے نزدیک یہ حدیث قیامِ رمضان (تَراویح) سے متعلّق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلّق تہجّد کی نماز سے ہے، یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اِس حدیث کو اپنی کتابوں میں قیامِ رمضان کے اَبواب میں ذکر کرنے کے بجائے تہجد کے ابواب میں بیان کیا ہے۔شارِح بُخاری، محدّثِ کبیر، حافظ الحدیث علّامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اِس حدیث کو تہجد ہی سے متعلّق قرار دیا ہے۔(فتح الباری:3/21)

(6)۔۔اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ حدیثِ مذکور میں تَراویح کی آٹھ رکعات کو

بیان کیا گیا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اِس واضح اور صریح روایت کے ہوتے ہوئے دورِ فاروقی میں جمہور صحابہ کرام رِضوان اللہ علیہم اجمعین نے 8 رکعات تَراویح کی روایت کو ترک کرکے بیس رکعت کو کیوں اختیار کیا، اور ایسا اِتفاق کہ کسی ایک بھی صحابی کا اُس میں کوئی اختلاف منقول نہیں، پھر یہی نہیں بلکہ تابعین، تبعِ تابعین، فقہاء اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی کو بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس واضح اور صریح روایت پر عمل کرنے کا خیال نہیں آیا۔۔؟؟ کیا تمام صحابہ و تابعین و تبعِ تابعین اور جمہور فقہاء و محدّثین سب ہی (نعوذ باللہ) حدیثِ صریح کی مُخالفت کرنے والے اور دین کی مَن مانی تشریح کرنے والے تھے۔۔؟؟ جن لوگوں کے ذریعہ دین ہم تک پہنچا کیا وہ خود ہی (العیاذ باللہ) اُس پر عمل پیرا نہیں تھے۔۔؟؟

②دوسری دلیل اور اُس کا جواب:

”عَنْ عِيسَى ابْنِ جَارِيَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَأَوْتَرَ فَلَمَّا كَانَتِ الْقَابِلَةُ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا أَنْ يَخْرُجَ فَلَمْ نَزَلْ فِيهِ حَتَّى أَصْبَحْنَا ثُمَّ دَخَلْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ اجْتَمَعْنَا الْبَارِحَةَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا أَنْ تُصَلِّيَ بِنَا فَقَالَ:إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ“۔(طبرانی صغیر:525)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے میں ہمیں 8 رکعات اور وتر پڑھائی، جب اگلی رات آئی تو ہم مسجد میں جمع ہوئے اور آپ کے نکلنے کی اُمید

لگا کر بیٹھے، اور صبح تک بیٹھے رہے پھر گھر چلے گئے، ہم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ! گذشتہ شب ہم مسجد میں جمع ہوئے تھے اور یہ اُمید لگا کر بیٹھے تھے کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں گے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: مجھے اِس بات کا خوف تھا کہ کہیں یہ (تَراویح) تم پر فرض نہ ہو جائے۔

جواب: حدیثِ مذکور ضعیف ہے اور اِس کے ضعف پر جمہور محدّثین کا اِتفاق ہے لہٰذا اِس حدیث سے اِستدلال کرتے ہوئے دوسری کثیر اور صحیح روایات کو ترک کرنا کسی بھی طور پر درست نہیں۔اور حدیث کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اِس حدیث کے راوی "عیسیٰ بن جاریہ" ضعیف ہیں، چنانچہ ائمّہ جرح و تعدیل نے انہیں "مُنکر الحدیث" اور ضعیف قرار دیا ہے۔(میزان الاعتدال:3/13)

نیز اِس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے میں عیسی بن جاریہ متفرّد ہیں، نہ کسی اور راوی نے اِس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور نہ ہی کسی اور صحابی سے اِس کا کوئی شاہد منقول ہے، لہٰذا اِس کو قابلِ اِستدلال قرار نہیں دیا جاسکتا۔

③ تیسری دلیل اور اُس کا جواب:

"مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّهُ قَالَ:أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً"۔(مؤطاء مالک280)

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو 11 رکعات پڑھائیں۔
اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے تَراویح کی 8 رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

جواب:

(1)—حدیثِ مذکور میں رکعات کی تعداد کے بارے میں شدید اِضطراب پایا جاتا ہے، چنانچہ محمّد بن یوسف جو اِس حدیث کے مَدار ہیں اُن کے 5 شاگرد ہیں ان میں سے تین شاگرد 11 رکعتوں کی روایت، ایک شاگرد 13 کی روایت اور ایک راوی 21 کی روایت نقل کرتے ہیں، لہٰذا یہ قابلِ اِستدلال نہیں ۔(اعلاء السنن:7/84)

(2)—یہ حدیث حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے مشہور و معروف فیصلہ جو کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے اُس کے سراسر خلاف ہے ، لہٰذا اِس مضطرب حدیث کی وجہ سے دیگر صحیح احادیث کو ترک نہیں کیا جاسکتا، یہی تو وجہ ہے کہ خود اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اپنی مؤطا میں اِس روایت کو نقل کیا ہے وہ خود اِس حدیث پر عمل پیرا نہیں۔

(3) — یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگر حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا 8 رکعات کا فیصلہ ہوتا تو بعد میں حضرت عُثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی اُسی فیصلہ کی اِتباع کرتے ہوئے 8 رکعات کے قائل ہوتے ، نیز صحابہ کرام کا بھی اِسی پر عمل ہوتا حالآنکہ سابقہ گزری ہوئی کثیر احادیث و روایات میں صحابہ کا عمل اِس کے بالکل خلاف یعنی بیس رکعات پر عمل کرنے کا ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ 8 رکعات تَراویح حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہرگز نہیں تھا۔

☆..................☆..................☆